امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74

مورخہ ۱۹؍شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹؍اپریل ۲۰۲۳ء روز سوموار

شمارہ نمبر-16

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ حج: عشق ووفا کا سفر، مسجد الاقصیٰ کی پکار
■ انڈیا اتحاد کی پارٹیاں، لیڈران......
■ نرم مزاجی کے فائدے اور سخت......
■ تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے......
■ اردو زبان وادب کا سیکولر مزاج
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

اگر اب بھی نہ جاگے تو...

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انتخاب سر پر سوار ہے، پوری دنیا کی نگاہ اس وقت ہندوستان پر لگی ہوئی ہے، مختلف پارٹیوں نے اپنے امیدواروں کے ناموں کو آخری شکل دیدی ہے، جنہیں ٹکٹ ملا، وہ شاداں وفرحاں ہیں اور جنہیں نہیں ملا ان میں سے کچھ رو پیٹ کر، گڑ گڑا کر اپنی بربادی کا ماتم کر کے رہ گیے، کچھ نے احتجاج، دھرنے اور مخالفت میں نعرہ بازی کی راہ اپنائی، ان کے باغیانہ تیور سے سیاسی پارٹیاں پریشان ہیں، بغاوت کرنے والے دوسروں کے ساتھ ساتھ پارٹی سربراہان کے گھر کے لوگ بھی ہیں، گویا مخالفت اندر سے بھی ہو رہی ہے اور باہر سے بھی۔

غریبوں کا سہارا لے کر کچھ خودرو پارٹیاں اور امیدوار بھی میدان میں ہیں، آثار یہی ہیں کہ حسب سابق ماضی کی طرح سیکولر کہے جانے والے ووٹ منتشر ہو جائیں گے، انتشار پارٹیوں ہی میں نہیں، ان کے نصب العین اور منشور میں بھی ہے، سیکولر کہی جانے والی پارٹیوں کی شبیہ عوام میں یہی بنی ہے کہ یہ سب اپنے خاندان کو سیاست میں آگے لے جانا چاہتے ہیں، بیٹا، بیٹی، بہو، بھائی، بھابی بہنوئی کا بول بالا ہے، بہن اور بہنوئی جو محروم رہ گیے انہوں نے گھر سے باہر اپنا الگ محاذ سنبھال رکھا ہے، اس موقع سے بڑے پیمانے پر آیا رام، گیا رام بھی خوب ہوا ہے، اور حسب سابق سیاسی پارٹیوں نے ٹکٹ دے کر اس رویہ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ ہمارے رہنماؤں میں سیاست میں اخلاقی قدروں کے تحفظ کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے کسی بھی طرح کسی بھی قیمت پر اسمبلی اور پارلیامنٹ پہونچنے کی حرص وہوس شباب پر ہے، دوسری طرف مقابل پارٹی کا صرف ایک ایجنڈا ہندوتوا ہے، جس کے سہارے وہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنانا چاہتی ہے، گو اس کا زکو دنیا کی واحد ہندو ریاست نیپال کے ہندو راشٹر نہ بننے اور آئینی طور پر اسے مسترد کرنے کے نتیجے میں سخت دھکا لگا ہے، لیکن اتنی مایوسی بھی نہیں ہے کہ اس نعرہ سے فرقہ پرست طاقتیں باز آجائیں، دوستانہ مقابلے اور ووٹوں کو گول بند کرنے اور مقصد کے حصول کے لیے نت نئے تجربے آزمائے جا رہے ہیں، ہر پارٹی اپنے ماڈل کی بات کر رہی ہے، کوئی بہار کو گجرات ماڈل بنانا چاہتا ہے اور کوئی یوپی ماڈل، بہار میں ممبئی کی چکاچوند لانے کی بات بھی کہی جا رہی ہے اور ان نعروں میں ''بہاریت'' کہیں گم ہوتی جا رہی ہے، ''بہاریت'' کا مطلب علاقائی تعصب نہیں، اس کا مطلب بہار کے مفادات سے ہے، بہار کی اپنی تہذیب ہے، اپنے مسائل ہیں، اپنی ضرورتیں ہیں، اپنا جینے کا انداز ہے اور ترقی کے اپنے منصوبے ہیں، یہ نہ گجرات ماڈل سے پورا ہونے کو ہے اور نہ یوپی ماڈل سے، خصوصاً جب ان ماڈلوں میں مسلمانوں کی نسل کشی اور سینکڑوں فسادات میں بہے خون، ماؤں بہنوں کی لٹتی عصمتیں، نیزوں پر اچھالے گیے بچے، ان کاؤنٹر (Incounter) کے نام پر قتل کیے گیے جوان، خاکستر دکانیں، قید وبند کے نام پر جیلوں میں سڑ رہے بے قصور لوگ اور ان سب کی کربناک چیخیں کانوں میں گونج رہی ہوں، گودھرا، سورت، برودہ، مرادآباد، مظفر نگر، بھاگل پور، دہلی اور اس جیسے کتنے قصبات وشہر اس خونی تاریخ کے گواہ ہوں، ایسے میں رائے دہندگان نہ گجرات ماڈل کی طرف جائیں گے، نہ یوپی ماڈل کو پسند کریں گے، بلکہ اس ماڈل کے ذکر پر انہیں بھاگل پور بھی نظر آئے گا اور اس کے قصوروار بھی ذہنوں میں گردش کریں گے، یقیناً یہ ماڈل بھی دوسروں سے الگ نہیں تھا، جہاں زمین میں سروں کے بونے کا کام کیا گیا تھا، اور فرقہ واریت کے شجر وثمر کی فصل لہلہا اٹھی تھی۔

ان حالات میں رائے دہندگان کو انتہائی ہوشیاری سے اپنی رائے کا استعمال کرنا چاہیے، بے خوف ہو کر ووٹنگ کے لیے گھر سے نکلنا چاہیے ووٹوں کا تناسب بڑھانا چاہیے کیونکہ فرقہ واریت سے متاثر پارٹیوں نے انتہائی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے مہرے بساط پر لگا دیے ہیں، اس منصوبہ بندی کا حاصل یہ ہے کہ اسی فی صد ووٹوں کو ایک خاص پارٹی کے نام پر گول بند اور متحد کر لیا جائے، پھر اسے ''پول'' بھی کروا لیا جائے اور بیس فی صد ووٹ کو کسی بھی طرح کسی بھی قیمت پر منتشر کر دیا جائے، اس منصوبے کو انجام تک پہونچانے کے لیے ایک ذات اور ایک مذہب کے کئی کئی آزاد امیدوار کو میدان میں اتار دیا گیا ہے، انہیں کثیر رقم فراہم کرائی جا رہی ہے تاکہ ہارنے کے بعد بھی سالوں وہ اپنی معاش کے لیے محتاج نہ ہوں اور اگر تیز طرار ہوں تو آگے زیادہ ووٹ کاٹنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لیں، ان سازشوں اور مکر جالوں سے کس طرح بچا جائے اور کس طرح ان سازشوں کو ناکام کیا جائے، وہ ہر حلقہ انتخاب کے لوگوں کو اپنے اپنے طور پر سوچنے کی چیز ہے، کیونکہ امیدواروں کے اعتبار سے ہر حلقے میں حکمت عملی ایک نہیں ہو سکتی، اس حکمت عملی کی تشکیل سے ایک بات مشترک ہو سکتی ہے کہ سیکولرزم کا نعرہ لگانے والے جس حلقے میں جو امیدوار جیتنے کی پوزیشن میں ہو، خواہ وہ کسی پارٹی کا ہو اور کسی نشان سے امیدوار ہو، اس کو جتانے کی جد وجہد کی جائے اور ووٹ کاٹنے والے امیدواروں کی اتنی حوصلہ شکنی کی جائے کہ آئندہ وہ اس قسم کی حرکتوں کے لیے حوصلے نہ جٹا پائیں، دو چار ایسے حلقے بھی ہو سکتے ہیں، جہاں کے امیدوار نے ایمانداری سے حلقہ میں ترقیاتی کام کیا ہوگا اور وہ حالات کی ستم ظریفی سے نمدہ کی طرح کسی کی دم سے لٹک گیے ہوں، ان کے کاموں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور انہیں بھی کامیاب کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس سے آئندہ ترقیاتی کاموں کے جاری رکھنے کا انہیں حوصلہ ملے گا، ہمیں ایسا اس لیے بھی کرنا چاہیے کہ انصاف کا تقاضہ یہی ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی ہمیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے، ہمیں ہر حال میں انصاف کرنا چاہیے۔ اور انصاف یہی ہے کہ جو لوگ قوم کے خادم کی طرح کام کرتے رہے ہیں۔ انہیں اس خدمت کا بدلہ دیا جائے۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ حکومتیں ایک ووٹ سے بنتی اور گرتی رہی ہیں، لیکن ہم اس خدشہ کے باوجود انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتے، کیونکہ یہ اسلام کی بڑی خوبیوں میں سے ایک ہے۔ یقیناً اسے امیدواروں کی تعداد برائے نام ہی ہوں گی، جہاں تک مسلمانوں کی حصہ داری کا سوال ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ہر پارٹی نے مسلمانوں کے ساتھ ٹکٹ دینے میں ناانصافی سے کام لیا ہے، اور انہیں نمائندگی نہیں دی گئی ہے۔، جب ٹکٹ ہی نہیں دیے گیے تو آبادی کے اعتبار سے انہیں جیتنے اور پارلیامنٹ میں جانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؛ بلکہ ماضی کی تاریخ بتاتی ہے کہ جو ٹکٹ مسلمانوں کو دیے جاتے ہیں، پارٹی عام حالات میں ان کی جیت کو یقینی بنانے کی جد وجہد نہیں کرتی اور کئی ایک کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں سب پارٹی کے مسلم امیدوار جن کی تعداد ناگفتہ بہ ہے مجموعی طور پر پارلیمنٹ نہیں پہونچ سکتے اور اگر تمام پارٹیوں کے مسلم امیدوار جیت کر اسمبلی پہونچ جائیں تو بھی ان کا وزن محسوس نہیں کیا جائیگا۔

اس صورت حال پر مسلمانوں کو مایوسی کا سامنا ہے، جب ہم کوئی منصوبہ نہیں بنا سکتے، اقدام نہیں کر سکتے، ہمارے اندر ماننے کا جذبہ مفقود، اتحاد واتفاق معدوم، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے نفسیاتی طور پر ہم مجبور ہوں تو ہمارے حصے میں مایوسی کے سوا اور کیا آسکتا ہے؛ بلکہ ایسی کمزور اور ضعیف قوم کے لیے تو مرگ مفاجاۃ تک کی بات سامنے آتی ہے؛ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ایمان والے مایوس نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں، شاعر نے کہا ہے۔

وطن کی خاک ذرا ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقین ہے پانی یہیں سے نکلے گا

بعض مسلم تنظیموں نے سیاسی پارٹیوں میں سے کسی کو ووٹ دیں، اس کے لیے سو سے زیادہ شرائط پارٹی سربراہوں تک پہونچانے کا کام کیا ہے، جس کا کوئی نوٹس پارٹی والوں نے نہیں لیا اور وہ اپنی روش پر قائم ہیں، ایسے میں اچھی بات یہ ہے کہ ہر علاقہ میں ایسے امیدواروں کو ووٹ دیں، جو مذہبی، سماجی، تہذیبی، لسانی اور ثقافتی آزادی پر یقین رکھتے ہوں، عدل وانصاف پر مبنی سماج کی تشکیل اس کے منشور کا حصہ ہو، وہ نفرت کی دکان پر بات کرنے کے بجائے محبت وبقائے باہم کے اصول پر گامزن ہو اور مساوات کے ساتھ معاملہ کرنے کو تیار ہو،، پھر انتہائی شعور کے ساتھ کئی دعویداروں میں ایسے امیدوار کا انتخاب کریں جو جیتنے کا دعویدار نہیں، بلکہ متحد ہو کر ووٹنگ کرنے سے اس کے جیتنے کے امکانات واضح اور روشن ہوں، اس منصوبے اور مہم کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے ووٹوں کے تناسب کو بڑھانے کی ضرورت ہے، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مسلم ووٹرس ووٹ دینے کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلتے، یقینی پتا ہے کہ ایک ایک ووٹ آپ کا جمہوری اور سیکولر قدروں کو مضبوط کرنے کے لیے پڑے، اپنی خواتین کو بھی شرعی حدود وقیود کے ساتھ ووٹ دینے کے لیے پولنگ بوتھ پر لے جائیں یہ اس وقت کی سب سے ڑی ضرورت اور ملی فریضہ ہے، اس ضرورت کا احساس سماج کے ہر فرد کو کرایئے ورنہ اگر اب بھی نہ جاگے تو...

اچھی باتیں

''غیرت مند انسان ہمیشہ اپنوں کو مضبوط کرنے کی فکر میں رہتا ہے، جب کہ بے غیرت اور کم ظرف انسان اپنوں کو ہی گرانے کی کوشش میں رہتا ہے ☆ زندگی کے سفر میں آنے والا اندھیرا غار کا نہیں، سرنگ کا ہوتا ہے، جس کے اگلے سرے پر ہمیشہ روشنی ہوتی ہے ☆ رزق کا تعلق انسان کے قابلیت سے نہیں؛ بلکہ رب کی عطا سے ہوتا ہے ☆ مضبوط اور ثابت قدم رہیں، دنیا ماں نہیں جو آپ پر ترس کھائے گی ☆ بحث کے دوران پرسکون رہیں، کیوں کہ لہجے کی سختی غلطی کو عیب اور سچائی کو بد اخلاقی بنا دیتی ہے۔'' (حاصل مطالعہ)۔

بلا تبصرہ

''ہمارے ملک میں انتخابی کمیشن کو انتخابی عمل کو پورا کرنے کے لیے جو آئینی اختیارات حاصل ہیں، اگر وہ واقعی اس پر عمل کرے تو انتخابی تشہیری جلسوں میں جس طرح کی اشتعال انگیزی دیکھنے کو مل رہی ہے وہ خود بخود کم ہو جائے گی، لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ انتخابی کمیشن کے ذریعہ حالیہ انتخابی مہم میں انتخابی اصول وضابطے کے معاملہ میں بھی تعصباتی رویہ اپنایا جا رہا ہے، جیسا کہ ادھو ٹھاکرے نے انتخابی کمیشن پر الزام لگایا ہے کہ وہ حکمراں جماعت کے ذریعہ انتخابی ضابطہ شکنی پر خاموش رہتی ہے اور اپوزیشن کی سرزنش کرتی ہے۔'' (ڈاکٹر مشتاق احمد: انقلاب ۲۵؍اپریل ۲۰۲۴ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

قناعت پسندی کی زندگی گذاریئے

''اورتم مال ودولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو، حالانکہ جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی، آپ کے پروردگار اور قطار باندھے ہوئے فرشتے رونق افروز ہوں گے اوراس دن دوزخ لائی جائے گی، اس روز انسان سمجھ جائے گا اوراس وقت سمجھنے کا کیافائدہ۔ کہے گا۔کاش کہ میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ بھیجا ہوتا'' (سورۃ الفجر، آیت: ۲۰-۲۱)

وضاحت: دنیا میں انسان مال ودولت کو حاصل کرنے میں بسااوقات وہ اپنی شرافت وعظمت کو بھی کھو بیٹھتا ہے، روپے پیسے کس طرح جمع ہو جائیں، بینک بلینس ہو جائے اسی فکر وسوچ میں وہ صبح وشام گذرتا ہے اس راہ میں وہ رشتے ناطوں کا بھی لحاظ وخیال نہیں رکھتا، بھائی بہنوں کی جائداد پڑوسیوں کی زمین تک ہڑپ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے جوخود اس کے لئے اور مہذب معاشرے کے لئے انتشار کا سبب جاتا ہے، حرص وطمع کی یہ کیفیت انسانی وقار کے خلاف تو ہے ہی، دنیا وآخرت کے لئے خطرے کی گھنٹی بھی ہے، اس لئے قرآن مجید میں کہا گیا کہ مال ودولت کو حاصل کرنے کے لئے اعتدال وتوازن کو قائم رکھواور جو نعمتیں تم کو عطا کی گئی ہیں، ان پر قناعت اختیار کرواور اسی پر راضی وخوش رہو، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ مالداری ساز وسامان کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اصل مالداری دل کا استغنا اور قناعت ہے، علامہ قرطبیؒ نے لکھا کہ مفید مالداری یا بڑی مالدی دل کا غنی ہوتا ہے کہ جب انسان دل کا غنی ہوگا تو وہ حرص ولالچ سے بچ جائے گا جس کے ذریعہ بڑائی اور عزت نفس حاصل ہوگی، اس کو پاکیزہ کردار لوگوں میں بلندی وتعریف کا وہ مرتبہ حاصل ہوگا جو اس مالدار کو نہیں حاصل ہوگا جس کا دل حرص وطمع پر آمادہ رہتا ہے، اگر آپ غور کریں تو محسوس ہوگا کہ انسان کا دل فقیر اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر اس کو قناعت نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ ہر وقت مال کو جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے جب اس کے منشا کے مطابق مال نہیں ملتا ہے تو وہ رنج وغم کا شکار ہو جاتا ہے اور شکوہ شکایت کرتا پھرتا ہے لوگوں سے اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہے اور جب انسان اللہ کی عطا اور فیصلہ پر راضی رہتا ہے تو اس کا دل مطمئن رہتا ہے اور رغبت سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پوری کرتا رہتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دنیا سے زیادہ دل نہ لگانے کی تربیت کی جس کا اثر صحابہ پر ایسا ہوتا کہ جب وہ بادشاہوں کے حالات اور باتیں سنتے تو جلدی سے گھر میں داخل ہو جاتے اوراس آیت کی تلاوت فرماتے ''ولا تمدن عینک الخ'' اورمت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے'' (سورہ طٰہٰ) معلوم ہوا کہ قناعت پسندی بھی اللہ کی ایک نعمت ہے اس لئے انسان کو قناعت پسند بن کر زندگی گذارنی چاہئے تاکہ روز محشر میں عزت وشرف سے نوازا جائے، مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ نے اس کو جو نعمت عطا کی ہے اس پر شکر بجالائے اور رزق حلال کے لئے جدو جہد کرے۔

کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی محرم کے بغیر ایک دن کا سفر کرے'' (مسلم شریف)

مطلب: شریعت اسلام نے فواحش وبے حیائی کی روک کے لئے دور تک پہر بٹھائے ہیں، تاکہ انسانی معاشرہ کی ردائے عفت کو داغدار ہونے سے بچایا جاسکے، چنانچہ اسلام نے عورتوں کو گھر کا ملکہ بنایا کہ وہ بچوں کی پرورش وپرداخت اور نگہداشت کریں اور اندرون خانہ امور خانہ داری کو انجام دیں، بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، ہاں اگر کسی ضرورت سے آبادی سے باہر جانے کی نوبت آجائے تو شرعی پردہ کے ساتھ جائیں اور محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کریں، کیونکہ اسلامی نظام میں مردوزن کا آزادانہ اختلاط ممنوع ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''وقرن فی بیوتکن و لاتبرجن تبرجا جاھلیۃ الاولیٰ'' عورتیں اپنے گھروں میں سکون سے رہیں اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نہ پھرا کریں، حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا کہ عورت پردہ ہے، جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک کرتا ہے، اس لئے حدیث میں اس کی سخت ممانعت ہے، البتہ بعض ناگزیر حالات میں کسب معاش کی اجازت دی ہے، مثلاً مردوں میں کوئی اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو یا یہ کہ خاتون زنانہ امراض کے علاج کا گہرا تجربہ رکھتی ہوں تو کچھ شرائط کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے، گویا کہ اسلام عورتوں کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرتا ہے، اصولی طور پر جو چیزیں جتنی قیمتی ہوتی ہیں، ان کی حفاظت کا اسی قدر اہتمام کیا جاتا ہے، سونے چاندی کو محفوظ لاکر میں رکھا جاتا ہے، تاکہ چوراچکوں کی نظروں سے اوجھل رہے، اسلام کی نظر میں عورتیں ایک بیش قیمت مخلوق ہے، اس کو ہر جہت سے عزت ووقار بخشا جائے، جب سے مغربی تہذیب نے اس کو شمع محفل بنایا اس کی عزت وعصمت تارتار ہونے لگی، آج مغربی دنیا بے راہ روی اور جنسی آوارگی کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اور وہ اس میں اس قدر پریشان ہے کہ اس کو اب باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آرہا ہے، اسلام نے بہت پہلے ان اندیشوں اور راہوں کی جڑ کاٹ دی اور عورتوں کو عزت واحترام کا مقام دیا، ماں کے قدموں تلے جنت بتلایا، بیٹی ہے تو اس کی پرورش کو جنت کی ضمانت قرار دی اور بغیر محرم کے گھر سے نکلنے سے منع کیا، حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے، اس سفر کو بھی منکرات وفواحش سے پاک رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بغیر محرم کے سفر نہ کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

(از: مفتی محمد احکام الحق قاسمی)

ووٹ کی شرعی حیثیت اوراہمیت

ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، کیا مرد وعورت سب پر ضروری ہے کہ وہ ووٹ دیں؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ہمارے ملک ہندوستان میں ووٹ کی حیثیت ایک رائے اور مشورہ کی ہے اور ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں اس رائے دہی (ووٹ) کی غیر معمولی اہمیت ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس حق کا بھرپور استعمال کریں، مسلم خواتین بھی شرعی احکام کی رعایت کے ساتھ ووٹ دیں، کیونکہ یہ ووٹ ہی کی قوت ہے کہ اکثریتی فرقہ کے قائدین اور ارباب اقتدار آپ کا سامنا کرتے ہیں، آپ سے عہد وپیمان باندھتے ہیں، اگر آپ اپنے آپ کو حق رائے دہی سے محروم کرلیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ مسلمان انہیں کچھ دینے کے موقف میں نہیں ہیں صرف ان سے لینا چاہتے ہیں تو وہ بھٹک کر بھی آپ کی طرف نہ دیکھیں اور جو کچھ بھی آپ کے مذہبی حقوق ہیں، ان سے بھی آپ محروم ہو جائیں۔فقط۔ (مستفاد از کتاب الفتاویٰ ۶/۲۷۸)

الیکشن میں امیدواروں سے ووٹ کے بدلہ رقم لینا

الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیاں مختلف جگہوں پر جاتی ہیں اور لوگوں سے اپنے اپنے حق میں ووٹ مانگتی ہیں، بعض جگہوں پر لوگ آنے والی تمام پارٹیوں سے ووٹ دینے کی یقین دہانی کراتے ہیں، لیکن ساتھ ہی مختلف عنوان سے رقم بھی لیتے ہیں جس کو انجمن وغیرہ کے فلاحی کاموں اور مسجد ومدرسہ میں خرچ کرتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

ووٹ کی قیمت وصول کرنا اور اس کو مسجد ومدرسہ یا کسی رفاہی کاموں میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ روپیہ لے کر اگر مستحق کو ووٹ دیا تو یہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ''عن أبي هريرة رضي الله عنه لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي و المرتشي في الحكم'' (سنن ترمذی ۱/۲۴۸، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم)۔

اور اگر غیر مستحق کو ووٹ دیا تو جہاں یہ قوم وملت کے ساتھ خیانت وغداری ہے وہیں جھوٹی گواہی بھی ہے اور جھوٹی گواہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کا ہم پلہ اور ہم درجہ قرار دیا ہے۔

''عن خزيم بن فاتک رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الصبح فلما انصرف قام قائماً فقال عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله ثلاث مرات ثم قرأ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ (سنن ابی داؤد ۲/۵۰۶، باب فی الشهادة الزور)

اور اگر روپیہ لے کر ووٹ نہیں دیا تو جھوٹ اور دھوکا ہے اور شرعاً یہ بھی ممنوع ہے اس لئے ووٹ کے بدلہ کسی طرح کا عوض وصول کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔فقط

ووٹ کس کو دیا جائے

الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیاں اوران کے امیدوار میدان میں اپنی قسمت آزمائی کرتے ہیں، ایسی صورت میں ووٹ دینے والوں کے سامنے یہ بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ کس کو ووٹ دیا جائے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

اس شخص یا پارٹی کو ووٹ دیا جائے جس کی حمایت میں ملک وملت کا مفاد زیادہ ہو، مسلمانوں کا خیرخواہ اوران کے حقوق کی حفاظت کا اہل ہو، ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اگر وہ شریعت کا بھی پابند اور اپنی قوم وملت کا صحیح ترجمان ہو تو وہ زیادہ مستحق ہے۔فقط (مستفاد از کفایت المفتی ۳/۵۰۸)۔

کسی امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ کرنا

بعض لوگ الیکشن کے موقع پر کسی مروت میں آکر غیر مستحق امیدوار سے ووٹ دینے کا وعدہ کر لیتے ہیں جبکہ دل سے اس کو ووٹ دینا نہیں چاہتے کیونکہ اس کے مقابلہ میں دوسرا اس سے بہتر امیدوار ہوتا ہے جس کو ووٹ دینا چاہتے ہیں لیکن ان کے ساتھ مجبوری یہ ہوتی ہے کہ وہ اس سے وعدہ کر چکے ہوتے ہیں کیا ایسی صورت میں وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

یہ وعدہ کہ میں تمہارے حق میں بہرصورت ووٹ دوں گا شرعاً وعقلاً اسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ موعود لہ (جس سے وعدہ کیا گیا ہے) سے بہتر کوئی امیدوار موجود نہ ہو اور اسی صورت میں یہ وعدہ صحیح اور واجب الایفاء بھی ہے، لیکن اگر کسی بہتر نمائندہ کے موجود ہوتے ہوئے اس سے اَدوَن (کمتر) اور غیر مستحق کو رائے (ووٹ) دینے کا وعدہ کرلیا جائے تو یہ قومی امانت میں خیانت کرنا ہے اور جو وعدہ ایسا ہو کہ خود وہ وعدہ اور اس کا ایفاء خیانت ہو وہ وعدہ ہی درست نہیں ہوا اور اس کا ایفاء بھی جائز نہیں (کفایت المفتی ۹/۳۱۳)۔فقط

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 16 مورخہ ۱۹/شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۹/اپریل ۲۰۲۴ء روز سوموار

مدارس کا نیا تعلیمی سال

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد نئے داخلے کی کارروائی مکمل ہوگئی ہے، اور نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگیا ہے، اساتذہ نئے حوصلے اور جذبے کے ساتھ تدریس میں لگ گیے ہیں اور طلبہ نے بھی اپنے کامیاب مستقبل کے لیے جدوجہد اور محنت کی راہ اپنائی ہے۔

مدارس اسلامیہ دینیہ کی اہمیت کو غیروں نے زیادہ سمجھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب وثقافت کی سپلائی یہیں سے ہوتی ہے، اسی لیے وہ ہمارے مدارس کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے ذہن سے اس کی اہمیت وافادیت نکال دی جائے اور سماج کو باور کرادیا جائے کہ یہ ادارے از کار رفتہ اور آؤٹ آف ڈیٹ (Out of Dait) ہو چکے ہیں، ان میں اساسی اور بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے، بدقسمتی سے ہمارے دانشوروں کا ایک بڑا طبقہ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوگیا ہے، اور وہ تعلیم سے متعلق ہر سمینار، سمپوزیم اور مجلسی گفتگو میں ٹیپ کے بند کی طرح اسے دہراتا رہتا ہے؛ حالانکہ ہمارے مدارس اسلامیہ نے ماضی سے لیکر تا حال ملک وملت کی جو خدمت انجام دی ہیں، اس کی نظیر کسی اور قسم کے تعلیمی اداروں میں مشکل سے مل پائے گی، ہمارے اساتذہ نے اس تعلیمی نظام کو ''اجرت'' کے بجائے ''اجر خداوندی'' کے حصول کے جذبہ سے پروان چڑھایا، اپنی زندگیاں کھپادیں، دنیاوی آسائش اور حصولیابیوں کی طرف سے منہہ پھیرلیا، مقصد رضائے الٰہی کا حصول تھا، یہ مقصد کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔

ہمارے مدارس کے طلبہ نے بھی اپنے اساتذہ کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کیا، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہاں مادی منفعت کے مواقع کم ہیں، سرکاری مراعات کا گذر نہیں ہے، اور جہاں گذر ہوا ہے وہاں کارطفلاں تمام ہوتا جارہا ہے، اور رشوت کی گرم بازاری نے ان اقدار سے انہیں منحرف کردیا ہے، جو ہمارے مدارس کا طرہ امتیاز رہا ہے، میں یہاں بات آزاد مدارس کی کررہا ہوں، ملحقہ مدارس کی نہیں، ملحقہ مدارس میں بھی جن مدارس نے عزم کرلیا ہے کہ ہم بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں گے، ان کے یہاں اس مادی نظام کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے، البتہ ایسے مدارس انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں اور ان کی ہمارے دل میں بڑی وقعت اور قدر وقیمت ہے۔

بات مدارس کے تعلیمی سال سے شروع ہوئی تھی، آگے نکلتی چلی گئی، کہنا یہ تھا کہ نئے تعلیمی سال کو مزید معیاری اور تربیت کے اعتبار سے مزید مثالی بنانے کے لیے ہمیں اور بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ، طلبہ اور انتظامیہ کی نیتوں میں خلوص ہو، کیونکہ ہمارے اعمال کی کیاری کو سرسبز وشاداب اور سدا بہار رکھنے میں اخلاص کے چشمۂ صافی سے ہی توانائی ملتی ہے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خلوص وللّٰہیت کے جذبے سے جو کام کیا جاتا ہے اس میں اللہ کی نصرت ضرور آتی ہے، اعمال کا مدار نیتوں پر ہی ہے۔

مدارس اسلامیہ اصلاً قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے لئے ہیں، بقیہ علوم وفنون انہیں دونوں نصوص کی افہام وتفہیم کے طور پر پڑھائے جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان دونوں چیزوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے، یقیناً قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا مزاج بڑھا ہے، لیکن اب بھی بہت سارے گاؤں اور دیہات ایسے ہیں، جہاں اس معاملے میں کافی کمی پائی جاتی ہے کیا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ قرب وجوار کے ان گاؤں کی بھی فکر کریں، جو بنیادی دینی تعلیم سے آج بھی دور ہیں، اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے وسائل اس کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم چند ایسے گاؤں کو گود لے لیں، جو اب تک بنیادی دینی تعلیم سے محروم اور بے بہرہ ہیں، اس کی وجہ سے مدرسہ کو ہر قسم کا فائدہ پہونچے گا۔

حضرت مولانا ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مدرسہ مالی بحران کا شکوہ کرتا ہے تو مجھے معاً خیال آتا ہے کہ وہاں قرآن کریم کی تعلیم صحت کے ساتھ نہیں ہورہی ہے، وہ فرماتے تھے کہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم پر توجہ دی جائے اور ادارہ مالی بحران میں مبتلا ہو، اس لیے کہ اللہ بڑا غیور ہے، اس کی غیرت کس طرح گوارہ کرسکتی ہے کہ اس کے کلام پاک کا حق ادا کیا جائے اور حق ادا کرنے والے پریشان حال ہوں۔

معیاری تعلیم کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو کچھ پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے اس کے اچھے ہونے کا اعتماد ہو، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، اس لیے اساتذہ اور طلبہ سب کو اعتماد ہونا چاہئے کہ ہم جن کاموں میں لگے ہیں وہ دنیا کا اچھا کام ہے، اس احساس کے نتیجے میں ہمیں نفسیاتی طور پر اطمینان نصیب ہوگا اور ہم اپنی تعلیم تہذیب وثقافت کے قدرداں ہوں گے اور دوسری تہذیبیں ہمیں متاثر نہیں کرسکیں گی۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ طلبہ جب مدرسہ سے گھر کا رخ کرتے ہیں یا فارغ ہو کر دوسرے اداروں میں داخلہ لیتے ہیں تو ان کی وضع قطع بدل جاتی ہے، چہرے سے داڑھی تک غائب ہو جاتی ہے۔ وضع قطع اس طرح مغربی ہو جاتی ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کبھی انہوں نے مدرسہ میں پڑھا ہے، یہ ہماری تربیت کی کمی ہے، ہم نے دوران تعلیم طالب علم کے ذہن میں اپنے تہذیبی سرمایہ اور ثقافت وکلچر کی اہمیت نہیں بتائی، وہ دوسری تہذیبوں سے متاثر ہوتے رہے اور ذرا سا ماحول بدلا تو سب کچھ بدلتا چلا گیا، ہمیں خصوصیت سے تربیت کے اس اہم نکتہ پر توجہ مبذول رکھنی چاہیے تاکہ ہمارا سرمایہ ضائع نہ ہو۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، فرمایا کرتے تھے کہ اپنی کھیتی میں کچھ نہ پیدا ہو یہ افسوس کی بات ہے، لیکن اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ پیداوار ہماری ہو اور وہ دوسروں کے کام آئے۔

تعلیم کو معیاری بنانے کے لئے اساتذہ وطلبہ دونوں کے لیے مطالعہ کی پابندی ناگزیر ہے، اساتذہ متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرکے درس گاہ میں جائیں، بلکہ جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق نقشۂ تدریس یعنی لیسن پلان رات کو ہی مرتب کرلیں، اس سے تدریس کے کام میں سہولت بھی ہوگی اور تدریس کا حق بھی پورے طور پر ادا کرنا ممکن ہوگا لیسن پلان کی وجہ سے ہم اپنے سوالات مرتب کرسکیں گے، لڑکوں کی سابقہ معلومات کو سامنے رکھ کر ان کی معلومات میں تدریجاً اضافہ کرنا ہمارے لیے ممکن ہو سکے گا، اور طلبہ بھی اساتذہ کے غیر ضروری سوالات سے بچ کر مورد عتاب نہیں ہوں گے۔

معیاری تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے طلبہ کا ایک نشانہ اور ٹارگیٹ ہو کہ ہمیں اور مضامین میں تو کامیاب ہونا ہے، لیکن فلاں مضمون میں مہارت پیدا کرنی ہے، یہ دور اختصاص کا ہے، اس کے بغیر دنیا میں کوئی قیمت نہیں لگتی اور عام طالب علموں کو ترقی کے مواقع نہیں ملتے؛ اس لیے کسی ایک فن میں اختصاص کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔

چونکہ یہ سارا کام رضاء الٰہی کے لئے ہی کرنا ہے اور دوسرا کوئی مقصد نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حکم پر چلیں، گناہوں سے اجتناب کریں اور ان تمام امور پر کاربند ہونے کیلئے اللہ سے توفیق طلب کرتے رہیں، سارے کام اللہ کی توفیق ہی سے بندہ کرسکتا ہے، اس لیے اللہ سے مانگیں اس کے سامنے گڑگڑائیں، آہ سحر گاہی اور دعاء نیم شبی کا اہتمام کریں، اللہ سے اس طرح لو لگائیں کہ تعلیم میں مدرسہ اور تربیت وتزکیہ میں ادارہ خانقاہ نظر آئے اور جب کوئی بندہ ادھر سے گذرے تو اعلان کرتا جائے کہ

ع درمدرسہ خانقاہ دیدم

جوانوں کی تن آسانی

بال جبرئیل میں علامہ اقبال کی مشہور نظم ہے جس کا ایک مصرعہ ہے ''لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ادراک علامہ اقبال کو بہت پہلے ہوگیا تھا، جوان کسی بھی ملک وملت کے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، مستقبل انہیں کے سہارے تابناک اور روشن ہوتا ہے، ان کی غیرت وخودداری جہد مسلسل اور کچھ کر گذرنے کے حوصلہ سے سماج، ملک اور ملت کو تقویت ملتی ہے، لیکن ہمارے نوجوان ان خصوصیات سے عاری ہوتے جارہے ہیں، وہ اپنے دست وبازو سے کچھ کرنے کی صفت کھوتے جارہے ہیں، وہ لمبی عمر تک اپنے گارجین کے کاندھے پر چڑھ کر جینا چاہتے ہیں، وہ اپنی ناکامی کا سارا ٹھیکرا گارجین کے سر پھوڑتے ہیں، انہیں شاندار مکان، اچھی رہائش، آرام وراحت کے سارے سامان چاہیے، لیکن اپنی کمائی سے نہیں، والدین کی کمائی سے، اور یہ ممکن نہیں ہوا تو شادی میں مال تجارت بن کر اس کے حصول کی کوشش کرتے ہیں، اقبال کو ان کی تن آسانی سے شکوہ ہے، وہ نوجوانوں کے صوفوں کے افرنگی اور قالین کے ایرانی ہونے پر شکوہ کناں ہیں، حالاں کہ یہ صوفے اور قالین بھی ان کی اپنی کمائی کے نہیں، موروثی والدین کے حاصل کردہ ہیں، انہیں رکشہ پولر، شربت بیچنے، اخبار بیچنے، مچھلی پکڑ کر زندگی گذارنے والے بچے کی یاد نہیں آتی، وہ اے پی جے عبدالکلام کو بھی بھول جاتے ہیں جو اس ملک کے سر کے تاج، صدر جمہوریہ اور میزائل مین تھے، وہ خود اخبار بیچا کرتے تھے اور والد مچھلی پکڑ کر زندگی گذارا کرتے تھے، انہیں پان بیچنے والے کا وہ بچہ یاد نہیں آتا جو دن کو کوچنگ اور رات کو مزدوری کرکے اپنی تعلیم کا خرچ فراہم کیا کرتا تھا، ان کی نگاہ ہمیشہ ان لوگوں کی طرف جاتی ہے جو امراء کے بچے ہیں اور جنہوں نے موٹی رقم دے کر کوچنگ کیا اور پھر یو پی اس سی، بی پی اس سی کے امتحانات نکالے، ایسے میں ان کے اندر احساس کمتری بھی پیدا ہوتی ہے، اور کچھ کر گذرنے کا حوصلہ پست ہوتا ہے۔ اس بار پچاس بچوں نے یو پی اس سی کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی، یہ تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہے گو اب بھی آبادی کے تناسب سے یہ تعداد کم ہے، ان کامیاب امیدواروں کی گھریلو زندگی کا جائزہ بتاتا ہے کہ انہوں نے اپنی محنت سے یہ مقام حاصل کیا، کئی نے تو کوچنگ کا منہ نہیں دیکھا اور کامیابی ان کے قدم چوم گئی۔ اس لیے کہ ان کے اندر کچھ کرنے کا حوصلہ اور جذبہ تھا اور اولو العزمی کے ساتھ انہوں نے اپنی محنت کو جاری رکھا، اور منزل کو پالیا، میں ایسے کئی بچوں کو جانتا ہوں جو کوچنگ فیس کے علاوہ دہلی میں رہائش کے لیے پندرہ ہزار روپے ماہانہ لیتے ہیں، لیکن گذشتہ پانچ سالوں میں وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکے، کیوں کہ ان کے اندر محنت اور حوصلے کی کمی ہے۔ یہ تعداد اور بڑھ سکتی ہے اگر ہمارے جوان سہولیات کی دوڑ کے بجائے سمت سفر کا تعین کریں، گارجین ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں ہیں، خصوصاً اس شکل میں جب بچے اپنی آمدنی کا کوئی حصہ گارجین کو دینے سے پرہیز کرتے ہیں، اس صورت حال میں گارجین اپنے بچوں کی آمدنی کی طرف للچائی نظروں سے نہیں دیکھتا، وہ سب کچھ جان کر بھی انجان ہی بنا رہتا ہے، پھر جو بچے آگے بڑھنے میں خرچہ کی پریشانی کا ذکر کرتے ہیں، وہ جب کمانے لگتے ہیں تو اپنی آمدنی اپنی علمی صلاحیت کو بڑھانے اور مقابلہ جاتی امتحان کے لیے خود کو کیوں نہیں تیار کرتے؟ ان کے راستے میں تو کوئی حائل نہیں ہوتا اور کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، لیکن تن آسانی، احساس کمتری اور دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانے کی روش خود ان کے راستے میں چٹان بن جاتا ہے۔ ہمیں خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ راستے کبھی بند نہیں ہوتے اور اقبال کے لفظوں میں ''چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزم سفر پیدا''۔

ہمارے نوجوان عزم سفر ہی پیدا نہیں کرپاتے اور اپنی کمی کوتاہی، بے حسی کے لیے دوسروں کو مورد الزام لگا کر مطمئن ہو جاتے ہیں، اپنی کمی کوتاہی کا ادراک خود احتسابی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانے سے غیرت، خود اعتمادی اور خودداری کو ٹھیس پہونچتا ہے، کاش ہمارے جوان اس سمت میں سوچنے کی پوزیشن میں آجائیں۔

یہ میری صرف سوچ نہیں ہے، میں نے اپنا تعلیمی دور اسی طرح گذارا ہے، والد صاحب ہائی اسکول کے ٹیچر تھے، کثیر العیال تھے، انیس سو ستر، بہتر میں تنخواہ ہی کیا تھی، مجھے پچاس روپے ماہانہ صرفہ کے لیے ملا کرتے تھے، جب مجھے ان کی پریشانی کا ادراک ہوا تو میں نے اپنے تمام صرفہ سے اپنی مرضی سے انہیں آزاد کردیا تھا، ٹیوشن پڑھا کر اور امامت کے ذریعہ اپنے تعلیمی مصارف پورا کرتا تھا، عربی پنجم سے افتاء تک کا مرحلہ اسی طرح مکمل ہوا نہ مجھے والد صاحب سے کوئی شکوہ ہوا اور نہ ہی میری تعلیمی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی، کبھی کبھی وہ مجھے تلقین بھی کرتے کہ ضرورت پر روپے منگا لیا کرو، لیکن میں نے پھر کبھی انہیں اس کی زحمت نہیں دی اور اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ ضرورت خوددار اور باغیرت بننے کی ہے، ہمارے نوجوانوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے مصارف سے گارجین کو آزاد کریں تاکہ ان کے چھوٹے بھائی بہنوں کے تعلیمی صرفہ کو پورا کرنا گارجین کے لیے ممکن ہو سکے، یہی انصاف ہے اور یہی ہونا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ — ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مفتی عزیز الرحمٰن شاہد چمپارنیؒ

جامعہ رحیمیہ مہدیان دہلی کے شیخ الحدیث، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڈھ، مدرسہ عرفانیہ لکھنؤ، جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور، جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ، مدرسہ ریاض العلوم شاہدرہ دہلی کے سابق استاذ، شاہی جامع مسجد رویت ہلال کمیٹی دہلی کے رکن مولانا مفتی عزیز الرحمٰن چمپارنی کا ۲۰/مارچ ۲۴ء مطابق ۹/رمضان ۱۴۴۵ھ بروز بدھ شام کے چار بجکر تین منٹ پر انتقال پر ملال ہوگیا، وہ عرصہ سے مختلف امراض کے شکار تھے اور تنفس سے پریشان رہتے تھے، وہ کئی روز سے ایل این جے پی اسپتال میں زیر علاج تھے، وینٹی لیٹر پر تھے، پس ماندگان میں اہلیہ ایک بھائی، ایک بہن اور ایک متبنٰی محمد عمران عزیز کو چھوڑا، جنازہ کی نماز دوسرے دن بعد نماز ظہر ادا کی گئی، امامت کے فرائض ولی عہد شاہی امام شعبان بخاری نے پڑھائی اور علماء، صلحاء کی سرزمین مہدیان جہاں انہوں نے زندگی کا بیش تر حصہ گذارا تھا، وہیں سپرد خاک ہوئے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بن محمد صدیق بن شیخ قدرت اللہ بن شیخ مولی بن شیخ بُدھائی کی ولادت ۱۹۵۴ء میں کالنگ پولنگ دارجلنگ میں ہوئی تھی، جہاں ان کے والد کی بسکٹ فیکٹری تھی، حالاں کہ ان کا آبائی گاؤں گمہریا، ڈھاکہ مشرقی چمپارن تھا، مفتی صاحب کی نانی ہال کُروا، سیتامڑھی تھی، نانا کا نام شیخ عنایت حسین تھا، شادی مشرقی چمپارن کے ایک گاؤں محمد پور میں شیخ عبدالرحیم بن عبد المبین کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی، جنہوں نے دم واپسیں تک ان کا ساتھ دیا۔

مفتی صاحب کے والد دارجلنگ بسلسلۂ کاروبار مقیم تھے، اس لیے سن شعور تک وہیں قیام رہا، ابتدائی تعلیم وہیں پائی اس کے بعد مفتاح العلوم مئو، جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور میں درجات وسطیٰ تک تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، فراغت کے بعد افتاء بھی وہیں سے کیا، تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڈھ سے کیا، مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ، مدرسہ زید پور بارہ بنکی، مدرسہ حسینیہ لال دروازہ جون پور، جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ اور جامعہ اثریہ مئو میں بھی درس وتدریس کے فرائض انجام دیے، کئی سال ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موتی ہاری کے رحمٰن کلینک میں بھی گذارا اور بالآخر جامعہ رحیمیہ مہدیان آکر فروکش ہو گیے، مختلف درجات کی کتابیں ان سے متعلق رہیں، بعد میں وہ شیخ الحدیث ہو گیے تھے، مفتی صاحب تین دہائیوں تک یہاں سے وابستہ رہے، کرونا کے بعد جامعہ تعلیمی انحطاط کے آخری پائیدان پر پہونچ گیا، عربی درجات بھی ٹوٹ گیے تو بس نیچے کی کتابیں رہ گئی تھیں اس میں بھی لڑکے ندارد تھے اور سارا انظام درہم برہم ہوگیا تھا۔

مولانا نفسیاتی اعتبار سے جواں سالی سیمابی کیفیت کا شکار تھے، اس لیے بہت دنوں تک ایک جگہ ٹکنے کا مزاج نہیں تھا، مزاج میں سختی بھی تھی، اس لیے ان کو کم لوگ جھیل پاتے تھے، اپنی مخصوص افتادِ طبع کی وجہ سے ان کے ملنے والوں کا حلقہ بھی بڑا مختصر تھا، وہ مجلسی آدمی بھی نہیں تھے، نمود ونمائش اور تصنع سے دور رہا کرتے تھے، تقویٰ والی زندگی گذارتے تھے، کتابوں سے شغف تھا، سارا وقت مطالعہ اور تصنیف وتالیف میں لگاتے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے مشورہ پر انہوں نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا تھا، اسلامک فقہ اکیڈمی کے لیے مقالے بھی لکھا کرتے تھے اور صحت ساتھ دیتی تو کبھی شریک بھی ہو جایا کرتے ان کے فقہی مقالات کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ان کی کتاب ''اصلاحی تقریریں'' بہت مقبول ہوئی، انہوں نے علامہ ناصر الدین البانی کے ذریعہ احناف کے بعض مسائل پر اشکالات کا تعاقب کیا اور عربی زبان میں ''القول المستحسن فی دفع السنن'' لکھی۔

میری ان کی ملاقات غالباً ۱۹۷۳ء کی تھی جب میں دارالعلوم مئو سے حفص کی تکمیل کے لیے جامعہ مفتاح العلوم مئو میں داخل ہوگیا تھا، وہ بھی ان دنوں وہیں کے طالب علم تھے اور مدرسہ کے طلبہ کی انجمن کے ذمہ دار بھی، لکھنے پڑھنے کا مزاج دور طالب علمی ہی سے تھا، مفتاح العلوم مئو سے طلبہ کی انجمن کا سالانہ ترجمان ''المفتاح'' نکلا کرتا تھا، وہ اس کے ایڈیٹر تھے، میں بھی قلم چلانا سیکھ رہا تھا، اس لیے ان کی حوصلہ افزائی پر پہلا مضمون ''خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں'' لکھا تھا، یہ افسانے کی ہیئت میں تھا، جو انہوں نے ''المفتاح'' میں چھاپا اور یقیناً اپنی تحریر کو کالی روشنائی میں چھپی دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی تھی، یاد آتا ہے کہ ''المفتاح'' میں ہی روزہ کی حقیقت پر مکالماتی انداز میں دوسرا مضمون میرا چھپا تھا، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب شاہد تخلص بھی کرتے تھے اور اس زمانہ میں کچھ شاعری سے بھی ان کو شغف رہا تھا۔

اس کے بعد ایک عرصہ تک ہم لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں گم ہو گیے، میں نے بھی مئو کے بعد دیوبند کا رخ کیا اور اپنی تعلیمی مشغولیت اور طلبہ کی سیاست میں کھو گیا، برسوں بعد جب وہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ میں تھے، تو انہوں نے اپنی روداد کے ساتھ علامہ نیموی پر میرے مضمون کی تحسین کرتے ہوئے لکھا:

''بہت دنوں سے آپ سے رابطہ منقطع رہا، اس کی وجہ آپ کے پتہ سے ناواقفیت تھی، بحث ونظر میں آپ کا مقالہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی کے عنوان سے پڑھنے کا موقعہ ملا اور اسی کے ذریعہ آپ کا پتہ بھی معلوم ہوا، مضمون پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تحقیق سے متاثر ہونے کے علاوہ ماضی کی یادیں تازہ ہو گئیں، آپ کو یاد ہوگا المفتاح، مفتاح العلوم مئو سے جاری کرنے کے سلسلہ میں دشواریوں اور دقتوں میں آپ کا تعاون دوستانہ اور ہمدردانہ رہا، آپ کا مضمون بھی جو دلچسپ تھا شائع ہوا، اس کے بعد صد سالہ اجلاس کے موقع پر ہماہمی میں آپ سے ملاقات دیوبند میں ہوئی، اس کے بعد پھر ملاقات نہ ہو سکی، خدا کا شکر ہے کہ بحث ونظر آپ سے ملاقات کا ذریعہ بن گیا، میں درمیان میں لکھنؤ تھا، اس کے بعد چار سال قبل جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ آ گیا تھا، کچھ کام کرنے کے جذبے سے لکھنؤ ترک کیا تھا اور وفاداری کی انتہائی حد تک کام کرتا رہا، مگر نظریاتی اختلاف کی وجہ سے میں مطمئن نہیں ہوں، جس کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں لکھوں گا''، یہ خط انہوں نے ۲۳/جون ۱۹۹۱ء کو مدرسہ قاسمیہ گیا سے لکھا تھا، جہاں وہ ایک جلسہ کے سلسلہ میں حاضر ہوئے تھے، اس کے بعد پوری زندگی تعلقات میں استواری رہی، جب دہلی جاتا مہدیان ضرور حاضری ہوتی، پہلے ملاقات کی خواہش مفتی صاحب کے ساتھ مولانا فضیل احمد قاسمی کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی تھی، مولانا فضیل احمد قاسمی چلے گیے تو مفتی صاحب سے ملنے کی للک سے مہدیان جایا کرتا تھا، میری ایک ملاقات اقبال مرحوم کے ساتھ مہدیان میں ہوتی تھی، ہمارا سماج کے عامر سلیم مرحوم کی تعزیت کے لیے مہدیان ان کے گھر جانا ہوا تھا، مفتی صاحب صحن میں دھوپ تاپ رہے تھے، حسب توقع تپاک سے ملے، جلدی سے ناشتہ منگا کر کرایا، احوال دریافت کیے، اپنی صحت کی خرابی کا رونا رویا، ملاقات مختصر رہی، لیکن پُر اثر تھی۔

آخری ملاقات گذشتہ سال ہوئی تھی، اقبال مرحوم کی خواہش پر ان کے گھر مہدیان ملاقات کے لیے گیا تھا، اقبال میری تحریر کے بڑے مداح تھے اور ہمارا سماج میں سینئر کمپوزر ہونے کے ساتھ گیسٹ کالم والا صفحہ بھی دیکھتے تھے، اور بڑی پابندی سے عموماً ہر روز میرا مضمون شامل کیا کرتے تھے، وہ مہدیان ہی کے ایک کمرے میں رہتے تھے، خواہش حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نامور پسران اور دیگر علماء کرام کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کی بھی تھی، اب کے حاضری مفتی صاحب کے گھر پر ہوئی سر جھکا کر بیٹھے ہوئے تھے اور وہی بیماری سے پریشان، ناشتہ وغیرہ اقبال کرا چکے تھے اس لیے ان کی پیش کش قبول نہیں کر سکا، چلتے وقت ہر ایک نے دوسرے سے دعا کی درخواست کی انہوں نے اپنی کتابیں بھی ہدیہ کیں اور بس وہاں سے رخصت ہو کر چلا آیا، وہ معمول کے مطابق ہی تھے اور اندازہ نہیں تھا کہ بلاوا اس قدر قریب ہے، رمضان المبارک کا مبارک مہینہ، رحمت کا عشرہ، مغفرت بخشش کے کئی اشارے موجود ہیں، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔

مہدیان میں گنج ہائے گراں مایہ دفن ہیں، ان پر فاتحہ خوانی کے لیے جانا آنا ہوتا رہے گا، لیکن جن تین زندوں کی وجہ سے وہاں جانا ہوتا تھا ان میں مرکزی جمعیۃ علماء کے مولانا فضیل احمد قاسمی، جامعہ رحیمیہ مہدیان کے شیخ الحدیث حضرت مفتی صاحب، اور ہمارا سماج کے اقبال صاحب تھے، تینوں رخصت ہو گئے، اقبال صاحب نے بھی حال ہی میں کینسر کے مرض میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دیا، جواں سال تھے، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مفتی صاحب کی اہلیہ کا بھی ظاہری سہارا کوئی نہیں ہے، لیکن جب سارے ظاہری سہارے چھن جاتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا سہارا ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ

وہ مرگیے جو رونق بزم جہاں تھے
اب اٹھیے درد، یاں سے کہ سب یار سو گیے

کتابوں کی دنیا — ✍: ایڈیٹر کے قلم سے — (تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

والدین کی اطاعت کا وجوب اور ان کے حقوق

مولانا مفتی توقیر عالم قاسمی وطنی اور تدریسی طور پر دیہی علاقہ میں مقیم ہیں جہاں ماخذ ومراجع کا حصول گوگل اور نیٹ ورک کی خدمات کی دستیابی کے باوجود پریشان کن ہوتا ہے۔ علاقہ میں ماخذ اور مراجع کی تلاش کے لئے نور اردو لائبریری حسن پور گنگٹھی بکساما، ویشالی 844122 تنہا ایسی لائبریری ہے، جہاں سے تحقیقی کام کرنے والے کو مدد ملتی ہے اور وہ لائبریری سے استفادہ کرکے اپنے تحقیقی مقالات کے لئے مواد فراہم کر لیا کرتے ہیں اور کام آگے بڑھ جاتا ہے۔ مفتی صاحب کی بھی آمد ورفت اس لائبریری میں ہوا کرتی ہے اور ان کا شمار لائبریری سے مستقل مستفید ہونے والوں میں ہے، وہ بقدر ضرورت استفادہ کرتے رہتے ہیں اور اصلاً اس استفادے میں ان کے فطری ذوق کا بڑا عمل دخل ہے۔

مفتی توقیر عالم قاسمی باصلاحیت عالم دین ہیں، تحریر وتقریر دونوں پر قدرت رکھتے ہیں، فقہ وفتاویٰ پر نظر ہے اور یہ ان کی دلچسپی کے خاص موضوعات ہیں۔ پہلے بھی ان کی بعض کتابیں طبع ہو چکی ہیں، اس بار وہ ''والدین کی اطاعت کا وجوب اور ان کے حقوق'' پر قرآن واحادیث اور فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں قیمتی تحریر لے کر آئے ہیں، دوسرے احکام میں برتی جانے والی کوتاہیوں کے ساتھ والدین کے معاملات ومسائل میں بے اعتنائی کا رجحان عام ہوتا جا رہا ہے۔ صورت حال اس قدر نازک ہے کہ بیٹے، بیٹیاں والدین کو بیت الضعفا (اولڈ ایج ہوم) میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مغرب میں یہ وبا پہلے سے عام تھی، اب مغرب سے چلنے والی ہواؤں نے مشرقی تہذیب کو بھی مسموم اور اقدار کو متاثر کر دیا ہے، والدین کراہ رہے ہیں اور بچوں کے پاس اطاعت وسلوک تو دور کی بات ہے، واجبی خیال رکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے، یہی سلوک ماؤں کے ساتھ بھی ہو رہا ہے، ساس اور بہوؤں کے رشتوں کی تلخی موہوم نہیں، حقیقت ہے۔ گاؤں اور شہروں کے نام الگ الگ ضرور ہیں، لیکن اس معاملہ میں ہر نگر ہر ڈگر ایک سا حال ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور احادیث میں والدین کی اطاعت کا جس انداز میں ذکر ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی اطاعت بعض امور اور بعض منہیات کو چھوڑ کر واجب ہے، مفتی صاحب نے اس کتاب میں یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ مولانا مفتی توقیر عالم صاحب نے گیارہ ابواب میں اس موضوع کے مالہ وماعلیہ کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور جہاں تک ذہن کی رسائی ہو سکی، موضوع کی جزئیات کو مدلل انداز میں قاری کے سامنے رکھ دیا ہے۔ مندرجات سے مفتی صاحب کے مطالعہ ومشاہدہ کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ امید ہے مسلمانوں میں اس اہم کتاب کو پڑھ کر والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق کی رعایت کا مزاج بنے گا۔ مفتی صاحب نے والدین سے متعلق بعض امور میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے کو درج کر دیا ہوتا تو بات زیادہ واضح اور مستند ہو جاتی۔ مفتی صاحب کے اس کتاب کی زبان فقہی اور اسلوب علمی ہے، اس لئے عام قارئین سے زیادہ اہل علم کی دلچسپی کے لئے بھی اس میں بڑے سامان ہیں۔ تحقیق، تصدیق، استنباط واستخراج میں اس عمل سے گذرنے والے کی فکر اور سوچ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض جگہوں پر کسی کو مفتی صاحب کی فکر اور تحقیق سے اختلاف ہو، لیکن اس کو یکسر نظر انداز کر کے گذر جانا آسان نہیں ہوگا۔ اللہ کرے مفتی صاحب کی یہ کتاب قبول عام پالے اور اس کے مثبت اور مفید اثرات سماج پر پڑیں، میں مفتی صاحب کو اس کتاب کی تالیف پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، ان کے لئے صحت وعافیت کے ساتھ درازئ عمر اور تصنیفی سلسلے کی بقا اور تسلسل کی دعا کرتا ہوں۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم

Scanned with CamScanner

حکایات اهل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رهتا: سیدنا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک علاقے کا شہزادہ تھا، وہ گرفتار ہوکر پیش ہوا، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس بندے کو قتل ہی کروادیں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی زیادہ مصیبت بنائی ہوئی تھی، چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیدیا، جب قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا، جی کیا آپ میری آخری تمنا پوری کرسکتے ہیں؟ آپ نے پوچھا، کون سی؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے، لہذا مجھے پانی کا پیالہ دیجئے، آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی پلادو چنانچہ اسے پانی دے دیا گیا۔

جب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو کانپنا شروع کردیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بھئی! آپ کانپ کیوں کررہے ہیں؟ کہنے لگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں ادھر پانی پینے لگوں گا اور ادھر جلاد مجھے قتل کردے گا، اس لئے مجھ سے پیا ہی نہیں جارہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو فکر مت کر جب تک تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائے گا، جیسے ہی آپ نے یہ کہا تو اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرادیا اور کہنے لگا، جی آپ کہہ چکے ہیں، کہ جب تک میں پانی کا یہ پیالہ نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے، لہذا اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں میں نے قول دیا تھا لہذا اب میں تجھے قتل نہیں کرتا، جیسے ہی آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کرتا تو اس وقت وہ کہنے لگا، جی اچھا، آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن میری بات سن لیجئے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنادیجئے، آپ نے پوچھا، بھئی! آپ پہلے تو مسلمان نہیں بنے اب بن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے آپ میرے قتل کا حکم دے چکے تھے، اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ کہتے کہ موت کے خوف سے مسلمان ہوا ہے، لہذا میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا حیلہ کروں کہ موت کا خوف ٹل جائے، پھر میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کروں اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کی رضا کے لئے اسلام قبول کیا ہے...تو مخلص بندے کا کام کبھی ادھورا نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ رب العزت اس کو پورا کردیتے ہیں" (خطبات ذوالفقار:۱۲/۹۱)

طواف، کعبه کا یاتجلیات کعبه کا: حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کررہا تھا، میں نے ایک لڑکی کو دیکھا، وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی، جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کے لئے بے قرار ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی بے چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی، میں نے اس لڑکی سے کہا، اے لڑکی! تو نوجوان ہے اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں دیتا، اُس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی، جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت اللہ کا طواف کررہے ہو یا رب البیت کا طواف کررہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کررہے ہو یا گھر والے کا طواف کررہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کررہا ہوں، جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی، ہاں جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں...اللہ اکبر...کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کر آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلیات کو دیکھ کر آتے ہیں، اسی لئے حج کے بعد کے طواف کا نام "طواف زیارت" ہے، جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے، کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کردے تو اور بات ہوتی ہے، بلاکر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا، جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے خود ان الفاظ میں حج کے لئے بلایا۔

"وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج) اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کردو۔

میرے پیارے ابراہیم! دو اذان، کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو حج کے لئے، جب اس محبوب نے بلایا ہے تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا، واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بارش کی طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہیں۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۱۱۵)

وہ جبه بهی کیسا بابرکت تها: کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ نے خواب دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ پر خلق قرآن کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں گے، امام احمد بن حنبلؒ امام شافعی کے شاگرد بھی تھے، امام شافعیؒ نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ اور امام احمد بن حنبلؒ کو یہ خواب سنادو، چنانچہ اس شاگرد نے جاکر خواب سنادیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرمادیں گے اب ظاہر میں تو تکالیف پہونچنے والی بات تھی مگر اللہ والے تو دیکھتے ہیں کہ اس آزمائش میں ہم کامیاب ہوں گے یا نہیں، اس خواب میں تو بشارت بھی تھی کہ کامیاب ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ پیش کردیا جائے چنانچہ امام احمد بن حنبل کے پاس ان کا اپنا ایک جبہ پڑا ہوا تھا، انہوں نے وہ جبہ اس آنے والے شخص کو ہدیہ کے طور پر پیش کردیا، جب شاگرد نے واپس جاکر امام شافعیؒ کو کارگزاری سنائی تو امام شافعیؒ نے وہ جبہ حاصل کرنے کی فرمائش ظاہر کی، شاگرد نے امام شافعیؒ کے حوالہ کردیا، امام شافعیؒ اس جبہ کو پانی میں ڈبو کر رکھتے اور وہ پانی بیمار کو پلا دیتے تو اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا عطا فرمادیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبلؒ کے جبہ میں اتنی برکت رکھدی تھی کہ امام شافعیؒ جیسی عظیم شخصیت اس جبہ سے برکت حاصل کرتی تھی۔ (خطبات ذوالفقار، ص:۷/۱۱۸)

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے ان کا نام تھا ابو ہاشم، امام احمد بن حنبلؒ ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے، یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبلؒ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے، جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبلؒ کئی دفعہ اپنا درس بھی موقوف کرکے کھڑے ہوجاتے تھے اور ان کو پاس بٹھاتے، اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم، جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں، ان کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی دفعہ چھوڑ دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں، تو ایک شاگرد نے پوچھ لیا کہ حضرت ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ نے عجیب عالمانہ جواب دیا، فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابو ہاشم عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے، امام صاحب ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم کوفی نہ ہوتے ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہوسکتا۔ (دوائے دل:۲۴۹)

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

تشنگانِ علم جیل کی سلاخوں تک: حضرت ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وقت کے بادشاہ نے ان سے کوئی فتویٰ مانگا مگر انہوں نے فتویٰ نہ دیا، اسے غصہ آیا اور ان کو قید کروادیا، جب تین دن گزرے تو بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا اس وقت ایک ایسا نوجوان جس کی اٹھتی جوانی تھی، اس کے چہرے پر نورانیت اور معصومیت کا حسین امتزاج تھا، وہ نوجوان زاروقطار رورہا تھا، جس نے بھی اسے دیکھا اس کا دل پسیج گیا اور ہر بندے نے توقع کی کہ بادشاہ سلامت اس طالب علم کی مراد ضرور پوری کریں گے، جب بادشاہ نے دیکھا تو اس نے بھی وعدہ کیا کہ اے نوجوان! تو کیوں اتنا رورہا ہے، تو ڈر نہیں تو جو بھی کہے گا ہم تیری بات ضرور پوری کریں گے، جب اس نے یہ وعدہ کیا تو طالب علم نے فریاد پیش کی کہ بادشاہ سلامت! آپ مجھے قید خانہ میں بھیجد یجئے، بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ قید خانہ میں جانے کے لئے تو کوئی اس طرح نہیں روتا، چنانچہ اس نے پوچھا کہ آپ قید خانہ میں جانے کے لئے اتنا کیوں رورہے ہیں؟ طالب علم نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ نے میرے استاد کو تین دنوں سے قید کر رکھا ہے جس کی وجہ سے میرا سبق قضا ہورہا ہے، اگر آپ مجھے قید میں ڈال دیں گے تو میں قید وبند کی مشقتیں تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا، یوں پہلے وقتوں میں شاگرد اپنے استاد سے علم حاصل کیا کرتے تھے جب کہ آج تو علم دوستی نکلتی جارہی ہے، ہم نے ٹی وی کو دوست بنالیا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ اس پر تماشے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرآن کو کھول کر بیٹھنے کی بہت فرصت ملتی ہے، کئی گھر ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر قرآن کھولا ہی نہیں جاتا "الا ماشاء اللہ"

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت: حضرت تھانویؒ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کردیں سودا کرلیا، چنانچہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی، ماں باپ فوت ہوگئے، اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار ملیں گے، کیونکہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے، پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی، نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا، صبح اٹھا، بیوی کو بتایا، بیوی نے کہا بے شک نہ لینا لیکن جاکے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں، اس نے کہا جب لینے نہیں تو میں جاکر دیکھتا بھی نہیں، دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں ابھی موقعہ ہے لے لو تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی، نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہئے، تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جاکر لے لو، اب موقعہ ہے، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی، وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جاکر دینار اٹھا کر لے آیا گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کے لیے اچھی چیز لے جاؤں، اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا یہ برکت آتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

اخلاص واحتیاط کا عجیب نمونه: عبداللہ بن مبارکؒ کے والد کا نام مبارک تھا، وہ ایک غلام تھے، ان کو اپنے باغ کی نگرانی پر رکھا ہوا تھا، بعض کتابوں میں انار کا باغ آیا ہے اور بعض میں آم کا باغ، بہرحال پھلوں کا باغ تھا، ان کو وہاں کام کرتے تین سال گزر چکے تھے۔

ایک دن باغ کا مالک وہاں آپہنچا، اس نے ان سے کہا، بھئی! مجھے پھل کھلاؤ، وہ ایک درخت سے پھل لے کر آئے، جب اس نے کاٹا اور کھایا تو کھٹا تھا، مالک نے کہا، آپ تو کھٹا پھل لے آئے ہیں، وہ پھر گئے اور دوسری جگہ سے پھل اتار کر لے آئے، جب کاٹا تو وہ بھی کھٹا تھا، جب تیسری دفعہ لائے تو پھر بھی کھٹا، مالک بڑا ناراض ہوا، اس نے کہا، تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں، لیکن تمہیں اب تک پتہ نہیں چلا کہ کس درخت کا پھل شیریں ہے اور کس کا پھل کھٹا ہے، جب وہ خوب ناراض ہوا تو حضرت مبارکؒ نے بالآخر کہا، جی آپ نے مجھے باغ کی نگرانی کے لئے رکھا تھا پھل کھانے کے لئے نہیں رکھا تھا، میں نے تین سال میں کبھی کوئی پھل نہیں کھایا، اس لئے مجھے نہیں پتہ کہ کس درخت کا پھل کھٹا ہے اور کس درخت کا پھل میٹھا ہے، اس مالک کو ان کی یہ بات اتنی اچھی لگی کہ اس نے ان کو آزاد کردیا، پھر اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح بھی کردیا اور ان کو اس باغ کا مالک بھی بنادیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا اور پھر وہ اپنے وقت میں عبداللہ بن مبارک بنا... سبحان اللہ... یہ ہوتا ہے اخلاص...!!! (خطبات ذوالفقار:۱۲/۹۲)

امام بخاریؒ کا اشتغال علمی: محمد بن ابی حاتم بخاری کہتے ہیں کہ جب میں حضرت امام بخاری کے ساتھ سفر میں ہوتا تھا تو ہم ایک ہی کمرہ میں قیام کرتے تھے، میں دیکھا کرتا تھا کہ رات میں لیٹے ہیں، اچانک اٹھے، چقماق لیتے اور اس سے آگ جلاتے پھر اس سے چراغ جلاتے اور اس کی روشنی میں کسی حدیث کی تخریج کرتے، اس پر نشان لگاتے، پھر چراغ بجھا کر بستر پر لیٹ جاتے، تھوڑی دیر بعد پھر اٹھتے اور پہلے کی طرح چراغ جلاتے اور حدیث کی تخریج کرتے اور اس حدیث پر نشان لگاتے، اسی طرح ہر رات کم از کم بیس دفعہ اٹھتے تھے اور آخری وقت میں تیرہ رکعت (وتر وتہجد) پڑھتے تھے اور ایک دفعہ بھی مجھ کو بیدار نہیں کرتے تھے، حالانکہ عمر دراز ہوچکے تھے، میں نے ان سے کہا کہ ہر دن آپ ایسا ہی کرتے ہیں کہ تمام کام تنہا کرتے ہیں، کبھی مجھ کو بیدار نہیں کرتے تو فرمایا کہ میاں تم جوان آدمی ہو (نوجوانوں کو گہری نیند آتی ہے) میں نہیں چاہتا کہ تمہاری نیند خراب کروں۔

محمد بن یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کا مہمان تھا، میں رات میں شمار کیا کہ وہ اٹھارہ مرتبہ اٹھے اور چراغ جلایا اور اس کی روشنی میں کسی حدیث کی تحقیق کی اور اس پر تعلیق کی۔ (تهذیب الاسماء واللغات للنووی: ۱/۵)

Scanned with CamScanner

حج - عشق ووفا کا سفر

مولانا محمد منصور احمد

حج کے مبارک اور پُر نور ایام قریب آ چکے ہیں۔ چند دن بعد ہی دنیا کے مختلف کونوں اور زمین کے مختلف گوشوں سے عازمین حج کے قافلے عشق و محبت کی منازل طے کر کے حرم مقدس پہنچیں گے۔ ان لوگوں میں بادشاہ و فقیر، وزیر و امیر، دولت مند و حاجت مند، غنی و گداگر، شہریار و شہسوار، تاجدار و چوبدار، فرماں روا و بے نوا، نیاز مند و دردمند، تاجر و آجر، نادم و رند، عالم و عامی، کالے اور گورے، عربی و عجمی، مشرقی و مغربی، آقا و غلام، مرد و زن، بچے بوڑھے، توانا و ناتواں، طاقتور و ضعیف سبھی شامل ہوں گے۔ مگر ان سب کے جسموں پر ایک جیسا لباس ہوگا اور ان کی ایک ہی منزل ہوگی جس کی جانب یہ خوش قسمت لوگ دیوانہ وار، کشاں کشاں بڑھتے چلے جائیں گے اور ایک ہی ترانہ ہوگا جو ان کی زبانوں پر ہوگا، **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک لبیک اللھم لبیک ۔**

خوش قسمت لوگوں کے یہ قافلے کشاں کشاں اُس پاکیزہ وادی کی طرف کھنچے چلے جائیں گے جسے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادی غیر ذی زرع کا نام دیا تھا۔ یعنی ایسی سرزمین جہاں کھیت اگتے ہیں نہ فصلیں لہلہاتی ہیں۔ کسی نے کیا خوب کیا،

یہاں نہ گھاس اُگتی ہے — یہاں نہ پھول اُگتے ہیں
یہاں نہ پھول اُگتے ہیں — آسماں بھی جھک کر ملتے ہیں

یہ سفر بھی عجیب سفر ہے جو مسافر کی مرضی سے نہیں، بلانے والے کی مرضی سے طے ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ لندن اور پیرس تک کے سفر اُن کیلئے معمول کی بات ہے۔ مال کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل ہے۔ بظاہر صحت بھی قابلِ رشک ہے اور خدّام کی بھی پوری فوج ہے لیکن رب البیت کی اجازت کے بغیر آخر وہ بیت اللہ کیسے چلے جائیں؟ ایسے محروم قسمت لوگ ہمیشہ اسی سوچ بچار میں رہتے ہیں کہ کر لیں گے حج بھی ابھی کونسی جلدی ہے؟ جب دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہو جائیں گے بالوں میں چاندی چمکنے لگے گی اور عمر ڈھلنے لگے گی تب کسی دن یہ فرض بھی سر سے اتار لیں گے۔ پھر افسوس کہ ایسا کوئی دن آنے سے پہلے ہی کسی صبح یا کسی شام حضرت عزرائیل علیہ السلام اپنا فرض نبھانے پہنچ جاتے ہیں۔ پھر یہ کہتا ہے کہ ہائے کاش! میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوتا لیکن اب کیا کرے گا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، زندگی بھر فراغت کے انتظار میں حج کا فریضہ ٹالتا رہا اور فراغت ملی بھی تو ایسی کہ سوائے حرمت ندامت اور افسوس کے کسی کام کی نہیں۔

ایک حدیث پاک کے یہ الفاظ پڑھیں کیسے انسان لرز کر رہ جاتا ہے۔ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **"من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللّٰه فلم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا"** (ترمذی **کتاب الحج باب ماجاء فی التغلیظ فی ترک الحج**)

جس کے پاس سفر کا توشہ اور سواری ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکتی ہے، پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اس کا یہودی ہو کر مرنا یا نصرانی ہو کر مرنا برابر ہے۔

کتنے ایسے بھی فقر منش اور درویش دیکھے کہ کسی چیز کی فکر نہیں۔ مکان نہ دوکان، بینک نہ بیلنس، کاروبار نہ ملازمت لیکن بیت اللہ کی تڑپ نے انہیں دیارِ حجاز پہنچا دیا اور ایسے پہنچایا کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے۔ پتہ چلا کہ عشق و وفا کا سفر مال و دولت سے نہیں جذبات محبت سے ہی طے ہوتا ہے۔

اس لیے قابل مبارکباد ہیں وہ حضرات جن کی آنکھیں عنقریب بیت اللہ شریف کے دیدار اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گی۔ اُن کے قدم طواف اور وقوف کے مزے لوٹیں گے۔ وہ سرزمین جس کے ہر حصے پر اہل وفا کے انمٹ نشانات نقش ہیں اور جس کے ہر گلی کوچے سے راہِ حق میں قربانیوں کی کئی داستانیں وابستہ ہیں اُس کی زیارت نصیب ہو جانا بلاشبہ ایسی سعادت ہے کہ جس پر اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اس سعادت کو صحیح طور پر حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں ضروری معلومات بھی ہوں۔ اس کے فرائض و واجبات کا علم ہو اس میں پیش آنے والے مسائل اور عام طور پر کی جانے والی کوتاہیوں کے بارے میں ہم آگاہ ہوں۔ بہت سے حضرات حج کیلئے روانگی سے پہلے آسائش رہائش اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کے بارے میں تو پوچھ لیتے ہیں لیکن اصل بات جو پوچھی جانی چاہیے اس کے بارے میں اُنہیں کوئی فکر نہیں ہوتی۔ اس طرح لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں مہینہ ڈیڑھ مہینہ معمولات زندگی بھی بدل جاتے ہیں جسمانی مشقت اور تکلیف اس کے علاوہ ہے لیکن افسوس کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بہت سے لوگ تو اس سے بڑھ کر یوں سمجھتے ہیں کہ جب حج کے سفر پر روانہ ہو گئے تو اب گناہوں سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ سب شیطانی جال ہیں جن کے ذریعے شیطان حج جیسے مبارک فریضے کو خراب کرتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو کام ہمارے گھروں میں بھی گناہ اور باعثِ عذاب ہے، کیا حرم محترم جیسی عظمت والی جگہ پر وہ گناہ نہیں ہوگا۔ حرم شریف میں تو گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ بندہ کو جب اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی تو دورانِ حج ایک دن مسجدِ حرام کے دروازے کے قریب رکھے ہوئے ایک کتابچے پر نظر پڑی اور گویا میں سکتے میں آ گیا۔ کتابچے کا عنوان تھا: انتبه! **انت فی الحرم** (آگاہ رہو! تم حرمِ محترم میں ہو)

اگر حاجی صاحبان اسی جملے کو یاد رکھیں تو اُن کیلئے گناہوں سے بچنا بھی آسان ہو جائے گا اور اس عظمتوں بھرے سفر کا لطف بھی دوبالا ہو جائے گا۔ ہمیں صرف حج کے ظاہری اعمال ادا کر لینے پر ہی بس نہیں کر لینی چاہیے بلکہ ان ایمانی کیفیات کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اس سفر کی روح ہیں اور جن کے بغیر یہ ساری مشقت بالکل بے لطف اور بے کیف رہتی ہے۔

حج کے تمام کام صرف رسمی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ ان میں سے ہر ایک میں ہدایت کا پورا باب موجود ہے۔ صرف تلبیہ کو ہی لے لیں، جسے عام طور پر لوگ چند رٹے رٹائے جملوں کی طرح پڑھتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی اس کے معنیٰ کی طرف دھیان نہیں جاتا، ذرا غور تو فرمائیں کہ ان چند مختصر لفظوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے کتنا شاندار پیغام پوشیدہ ہے۔

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک لبیک اللھم لبیک ترجمہ: اے اللہ ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں اور ہم آپ کے دربار میں حاضر ہیں بے شک تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، سب نعمتیں آپ کی ہیں اور سارا جہاں آپ کا ہے آپ کا کوئی شریک نہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں، اے اللہ ہم حاضر ہے۔

جی ہاں! یہی وہ دستور ہے جس پر انسانیت کی بنیاد رکھی گئی۔ یہی وہ منشور ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی اولادِ آدم کو تلقین کی گئی۔ یہی وہ قانون ہے جس پر نظامِ کائنات استوار ہے۔ یہی وہ لائحہ عمل ہے جس پر چل کر انسان کامیابی کی منازل پا سکتا ہے۔ یہی وہ اعلان ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا۔ یہی وہ مذہب ہے جو ہر امت کو دیا گیا۔ یہی وہ پیغام ہے جو مکہ کے صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم حراء سے لے کر سوئے قوم آئے۔ یہی وہ اٹل فیصلہ ہے جسے ماننے والا مسلمان اور نہ ماننے والا کافر کہلایا۔ یہی وہ صدا ہے جو لاکھوں کروڑوں انسانوں نے بلند کی اور ہاں! آج انسانوں کا یہ سمندر جو خراماں خراماں اپنے رب کے اس مقدس گھر کی جانب چلا آیا ہے، وہ بھی تو یہی عہد کرنے چلا آ رہا ہے۔

پس اے غمزدہ دکھی دل مسلمان بھائیو اور بہنو! آؤ اس مبارک موقع پر ہم بھی اپنے پروردگار کے دربار میں ہاتھ پھیلائیں اور عہد کریں:

لبیک اللھم لبیک: اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔ ہماری جان و مال، ہماری دولت، ہمارے گھر بار، ہمارے آل و اولاد سب کچھ حاضر ہے۔ آپ کے نام کی سربلندی کے لئے، آپ کے دین کی حفاظت کے لئے، آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے، آپ کے بندوں کی خدمت کے لئے اے اللہ ہم حاضر ہیں!

لاشریک لک لبیک: اے ہمارے رب! آپ کا کوئی شریک نہیں، آپ کی ذات بھی سب سے اعلیٰ، آپ کی صفات بھی سب سے برتر و بالا، آپ کا علم بھی سب سے زیادہ، آپ کی حکومت بھی سب سے مضبوط، آپ کی سلطنت سب سے وسیع، آپ کا قانون سب سے اعلیٰ، آپ کا حکم سب سے اولیٰ۔ پس آپ کا کوئی شریک نہیں، نہ عبادت میں، نہ حکومت میں، نہ سلطنت میں، نہ قانون میں، نہ دستور میں۔ لہٰذا ہم آپ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور توحید کے اس جرم کی پاداش میں ہم پر جو مصیبتیں، صعوبتیں، مشقتیں اور تکلیفیں آئیں ہم انہیں سہنے اور برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اے اللہ ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں!

ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک، لبیک اللھم لبیک: بے شک! ساری حمد و ثناء ہمارے پروردگار ہی کے لئے ہے، کیونکہ ہر نعمت وہی دیتا ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، پس حکومت بھی اسی کی ہے اور عزت بھی اسی کی، رحمت بھی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی، اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور توحید کے اس پرچم کو سربلند رکھنے کیلئے، ساری دنیا میں اس پیغام کو پھیلانے کے لئے اے اللہ ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں!

لبیک اللھم لبیک: حج کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے اردو خواں حاجی حضرات کو ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا رسالہ فضائل حج ضرور پڑھ لینا چاہیے اور مستند اہل علم کی نگرانی میں کرائے جانے والے حج تربیتی پروگرام میں شرکت کر کے اس فریضے کو اہتمام سے سیکھ لینا چاہیے ورنہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان لاکھوں روپے خرچ کر کے، تھکا دینے والا اور لمبا سفر کر کے گھر واپس پہنچتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ:

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا — کفن بردوش جا پہنچے مگر مرنا نہ سیکھا تھا
یہ دیوانے اگر پہلے سے کچھ ہشیار ہو جاتے — حرم میں بن کے محرم صاحب اسرار ہو جاتے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار ادب و عظمت کے ساتھ حرمین شریفین کی مقبول حاضری نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

سفر شروع کرنے سے پہلے گناہوں سے توبہ

بندہ کو یوں تو ہمیشہ ہی اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے اور اسی طرح اللہ کے بندوں کے حقوق کے بوجھ سے بھی اپنے کو ہلکا کرنے کی کوشش برابر کرتے رہنا چاہئے، لیکن حج کے لئے روانہ ہونے سے پہلے بہت ہی خاص اہتمام سے اپنے گناہوں سے خدا کے سامنے سچی توبہ اور اس سے معافی اور بخشش کی درخواست کرنا چاہئے اور اسی طرح اگر کچھ بندوں کے حقوق اپنے ذمہ ہوں، خواہ وہ اپنے گھر والوں کے، خواہ رشتہ داروں کے، خواہ پڑوسیوں کے، خواہ دوسرے لوگوں کے، تو روانہ ہونے سے پہلے ہی ان کا معاملہ بھی پوری فکر اور کوشش سے صاف کر لینا چاہئے، مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ حقوق ادا کر دئے جائیں یا حقداروں سے معاف کرائے جائیں، بہرحال اس کو پوری فکر اور کوشش کیجئے کہ آپ حج کے لئے ایسے حال میں روانہ ہوں کہ سچی توبہ واستغفار کے ذریعہ گناہوں کی گندگی اور ناپاکی سے اپنے کو پاک صاف کر چکے ہوں اور اللہ کے بندوں کے حقوق کا بوجھ بھی آپ کی گردن پر نہ ہو۔

جب گھر سے روانگی کا وقت آئے تو جہاں تک ہو سکے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت نفل نماز اپنے گھر میں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ایسے مبارک کام کی آپ کو توفیق دی اور اس کے بعد دعا کریں اور اس وقت سفر میں آسانی کی اور ہر طرح کی خیر و عافیت کی اور گناہوں سے بچے رہنے کی اور حجِ مقبول نصیب ہونے کی دعا خصوصیت سے اور خوب دل سے مانگیں، اس کے بعد گھر والوں سے رخصت ہو کر اللہ کا نام لے کر گھر سے چلدیں، اب آپ کا سفر شروع ہو گیا، سفر کے اس زمانہ میں جن باتوں کا آپ کو خاص طور سے خیال رکھنا چاہئے وہ یہ ہیں: نماز اور جماعت کا پورا اہتمام رہے، جہاں تک ہو سکے ہر نماز وقت پر اور جماعت سے پڑھی جائے، ساتھیوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ محبت اور خدمت کا ہو، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ ہو، کسی کو آپ سے تکلیف نہ پہنچے، گناہ کے کاموں اور گناہ کی باتوں کے علاوہ بیکار اور فضول باتوں سے بھی اپنی حفاظت کی جائے، آپ کے ساتھ جانے والوں میں جو آپ سے زیادہ دین کے جاننے والے ہوں، ان سے یا اچھی معتبر کتابوں کی مدد سے دین سیکھنے کا اور جو آپ سے کم جاننے والے ہوں، ان کو سکھانے اور بتانے کا سلسلہ آپ برابر جاری رکھیں، اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے بھی غافل نہ ہوں۔ (ماخوذ از: آسان حج)

Scanned with CamScanner

مسجد الاقصیٰ کی پکار

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

مسجد اقصیٰ اور سرزمین بیت المقدس سے مسلمانوں کا بہت گہرا اور مضبوط رشتہ ہے۔ بیت المقدس کی یہ بابرکت اور مقدس سرزمین مسلمانوں کے لیے عقیدت کا مرکز رہی ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ کی رو سے زمین کا یہ بقعہ ان بے شمار انبیائے کرامؑ کا قبلہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا قبلہ یہی ہے۔ خانہ کعبہ سے پہلے آپؐ اسی طرف اپنا روئے مبارک کر کے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے تھے۔ نماز کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ تک رخ کر کے نماز پڑھی۔ یعنی ایک سال پانچ ماہ تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا، جیسا کہ سیدنا برا ابن عازبؓ بیان کرتے ہیں، ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں، پھر ہمارا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، صحیح البخاری) لیکن جب درج ذیل آیت نازل ہوئی، ''ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ لہذا ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جو آپ کو پسند ہے۔ سو اب آپ اپنا رخ مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف پھیر لیجیے۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی رہو، نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کرو۔ (سورۃ البقرۃ) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بن گیا، لہذا بیت المقدس مسلمانوں کا اولین قبلہ شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا بیت المقدس میں نماز افضل ہے یا مسجد نبویؐ میں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میری اس مسجد میں ایک نماز وہاں کی چار نمازوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔'' (صحیح الترغیب) چوں کہ مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے، لہذا مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب 250 نمازوں کے ثواب کے برابر ہُوا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مسجد الحرام، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دنیا کی کسی بھی جگہ کی طرف ثواب اور برکت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔'' (رواہ البخاری و مسلم)، سیدنا ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''اور مسجد اقصیٰ نماز پڑھنے کی بہترین جگہ ہے۔ حشر نشر کی سرزمین ہے، اور عنقریب لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب ایک کوڑے کے برابر جگہ یا آدمی کی کمان کے برابر جگہ جہاں سے وہ بیت المقدس کو دیکھ سکتا ہو، اس کے لیے ساری دنیا کی چیزوں سے بہتر اور محبوب ہوگی۔'' (صحیح الترغیب)

بیت المقدس شہر کے رہنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر کا ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے غالب رہے گا اور اپنے دشمنوں کو مقہور کرتا رہے گا، دشمن کی شیرازہ بندی اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گی الّا یہ کہ بہ طور آزمائش اسے تھوڑی بہت گزند پہنچ جائے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حال پر قائم و دائم ہوں گے۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ کہاں کے ہوں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''یہ لوگ بیت المقدس کے باشندے ہوں گے یا بیت المقدس کے اطراف و اکناف میں ہوں گے۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ) بیت المقدس اس لحاظ سے بھی بابرکت اور مبارک خطہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض شام کا نام لے کر برکت کی خصوصی دعا کی ہے، بیت المقدس ارض شام کا ہی علاقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازک فرما۔'' (البخاری)

مذکورہ بالا تمام احادیث کا تعلق مختلف دینی عبادات اور اس کے ثواب سے ہے، اور ان ساری عبادتوں کا تعلق بیت المقدس سے جڑا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا بیت المقدس سے عبادت اور بندگی کا ایک مضبوط تعلق اور رشتہ ہے جو قیامت تک کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ جب تک کائنات میں ایک بھی مسلمان زندہ ہے، عبادت کا یہ رشتہ بھی قائم و دائم رہے گا۔ جب حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراحؓ کی قیادت میں اسلامی فوج نے بیت المقدس کو فتح کرلیا تو خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ بیت المقدس شہر میں داخل ہوئے۔ عمائدین روم نے بیت المقدس آمد پر سیدنا عمر فاروقؓ کا استقبال کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے بیت المقدس کی چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔ جب سیدنا عمر بن خطابؓ بیت المقدس پہنچے تو آپ نے بیت المقدس کے باشندوں سے ایک معاہدہ کیا، جو عہدِ عمریہ کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔ (فتوح البلدان) فتح بیت المقدس اور معاہدہ عمریہ طے پانے تک بیت المقدس میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کوئی تعلقات موجود نہیں تھے۔ معاہدہ عمری تاریخ میں سب سے صاف واضح اور مشہور دستاویز ہے۔ (تاریخ طبری) مسلمانوں نے اس شہر پر فتح عمری سے لے کر 1967 عیسوی تک حکومت کی، پھر وہ وقت آیا کہ جب بیت المقدس 88 سال کے عرصے تک یہودیوں کے قبضے میں رہا۔ پھر صلاح الدین ایوبیؒ نے سنہ 583 ہجری میں یہود کے جبر و تسلط سے آزاد کرالیا۔ عربوں اور مسلمانوں کے دور حکومت میں اسلام کی برکت سے بیت المقدس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے عدل و انصاف کی فراہمی، امن و امان کی بحالی اور استحکام اور شہریوں کی جان و مال کی سلامتی اور تحفظ ممکن ہوا۔ امت مسلمہ کا فریضہ ایک طرف اس عظیم مسجد اور اس علاقے کے یہ فضائل اور مراتب ہیں، جس کا حق یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری اور افضل امت کا اعزاز پانے والی امت مسلمہ اس مقدس مسجد کی قدر کرتی، اس بابرکت مسجد کو دینی شعائر سے آباد رکھتی اور ہر قسم کے کفر اور یہودی تسلط سے پاک رکھتی لیکن آج اسی ارضِ مقدس کے مسلمان سخت آزمائشوں کا شکار ہیں، انہیں وہاں ہر قسم کے تکلیف دِہ حالات کا سامنا ہے۔

یہودی ظالم انہیں ہر طرح کے ہتھیاروں سے روندر ہے ہیں، بچوں کو قتل کرر ہے ہیں، گھروں کو مسمار کرر ہے ہیں، مسجد اقصیٰ کی حرمت پامال کی جارہی ہے، یہ سب حالات تمام مسلمان راہ نماؤں سے تقاضا کرتے ہیں کہ ان مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے غم اور ان کے درد کو محسوس کریں۔ اگر ہم سچے مسلمان بن کر ایک جسم کی مانند ہو جائیں جیسا اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کرسکتی۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر ہماری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں۔ یااللہ! مسجد اقصیٰ کو ظالموں، سرکشوں اور غاصبوں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک فرما، فلسطینی مسلمانوں کے ضعف اور کمزوری کو ختم فرما، انہیں قوت عطا فرما، ان کے دشمنوں کی تدبیروں کو ناکام فرما۔ آمین

نرم مزاجی کے فائدے اور سخت مزاجی کے نقصانات

سعود الحسن ندوی

انسان مختلف طبائع و مزاج کے ہوتے ہیں تاہم جو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہوتے ہیں وہ انسانی صفات کے اعلیٰ مدارج پر ہوتے ہیں ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نرم خو ہے (نرمی اور مہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) نرم خوئی کو پسند فرماتا ہے (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی و مہربانی کا برتاؤ کریں) اور نرم خوئی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشتی و سختی پر عطا نہیں کرتا، اور نہ نرم خوئی کے سوا کسی دوسرے وصف پر عطا کرتا ہے (صحیح مسلم) اس حدیث میں نرم مزاجی کی اہمیت و فضیلت ثابت ہورہی ہے اور معلوم ہورہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرم روی اختیار کی جائے۔ اس صفت کو اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نرم مزاجی خود اللہ رب العزت کی ذاتی صفت ہے۔ اُس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے باہم ایک دوسرے پر مہربان ہوں، وہ ایک دوسرے کے حق میں سخت مزاج ہرگز نہ ہوں۔ اور یہ ایسی عمدہ صفت ہے کہ اس (نرم خوئی) کو اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان نعمتوں اور برکتوں کی عطا و بخشش کا اعلان ہے جو سخت مزاجی پر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ نرمی اور نرم خوئی اختیار کرنا ازبس ضروری ہے کیونکہ اس کے علاوہ کسی چیز پر بھی اللہ تعالیٰ اس قدر نہیں عطا فرماتا جس قدر کہ نرم مزاجی اور نرم خوئی اختیار کرنے پر نوازتا ہے۔

حدیث بالا کی روشنی میں اگر ہم اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اللہ رب العزت کی ہم پر مہربانی ہو، ہمارے کام بحسن و خوبی انجام پائیں، ہم اس کی نعمتوں اور عطاء بخشش سے بہرہ ور ہوتے رہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلقات و معاملات میں نرمی اور مہربانی کا رویہ اختیار کریں، دوسروں کے حق میں مہربان رہیں، سخت گیری کے بجائے رفق و نرمی اپنائیں کیونکہ فی الحقیقت یہ ایسی صفت ہے کہ جو فرد اس سے متصف ہوتا ہے لوگ اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں میں جگہ پاتا ہے، جس گھر اور خاندان کے افراد میں رفق و نرمی کا مزاج و ماحول ہو وہ خاندان اور گھر جنت نشان بن سکتا ہے اور جس معاشرہ میں اس کو رواج دیا جائے وہ مثالی اور نمونہ کا معاشرہ بن سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نرم مزاجی میں سیرت و کردار کا حسن ہے۔ اور ان کی تعمیر میں نرم مزاجی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس نرم مزاجی کے سبب انسان کو ناقابل بیان حد تک قلبی سکون و اطمینان اور راحت و آرام حاصل رہتا ہے۔ اور اس کے سبب خیر و فلاح کے جو معاملے انجام پاتے ہیں اور ان کے سبب جو نقوش مرتب ہوتے ہیں وہ مٹائے نہیں جاسکتے۔ کہا گیا ہے کہ انسان کی اکثر بھلائیوں اور خوبیوں کا سرچشمہ اس کے مزاج کی نرمی اور ملائمت ہے آپ کا ارشاد ہے: جو شخص نرم مزاجی سے محروم ہے وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہے (مسلم)

ہم انفرادی طور پر جائزہ لیں یا معاشرتی اعتبار سے دیکھیں ہر وہ شخص جس کے مزاج میں لطف و مروت اور نرمی و مہربانی کا عنصر غالب ہوتا ہے وہ اپنے یا پرائے سب کے لئے ایک سایہ دار درخت کے مانند ہوتا ہے مختلف جہتوں سے لوگ اس سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں، زیر دستوں، کمزوروں اور ضعفاء کے کام آنا اس کا شیوہ ہوتا ہے اور وہ تعاون و ہمدردی کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے کسی کی تکلیف اور ضرورت پر اس کا دل تڑپ اٹھتا ہے اور جب تک مبتلا شخص کو راحت نہ پہنچا دے چین سے نہیں بیٹھتا، عجیب چیز ہے یہ مزاج کی نرمی اور جذبہ ہمدردی! جو کسی کی بے سکونی برداشت نہیں کرتی جب تک کہ مبتلائے درد کو راحت نہ پہنچا دے۔ اور یقیناً یہ صفات اسے مخلوق کی نگاہ میں انسانوں سے نکال کر فرشتوں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہیں تو خالق کے نزدیک بھی وہ بلند مقام پاتا ہے۔ برخلاف اس کے وہ شخص جس کا قلب اس درد سے ناآشنا سخت مزاجی جس کا شیوہ اور سخت گیری جس کی عادت ہو وہ بے چارہ اس عادت بد کے سبب احسان و سلوک، حاجت روائی اور داد و دہش کجا وہ تو حقوق و فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہ اور لوگوں کے لئے ضرر رساں اور ان کی بے آرامی و بے سکونی کا باعث بن کر سماج میں بے وقعت ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے بھی تمام خیر و بھلائی سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نرم مزاجی اپنانے اور سخت مزاجی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Scanned with CamScanner

اخبارِ جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

حماس نے اسرائیلی نژاد امریکی یرغمالی کی ویڈیو جاری کی، یروشلم میں مظاہرے

حماس نے ایک نئی ویڈیو جاری کی ہے جس میں سات اکتوبر کو اسرائیل پر حملے کے دوران یرغمال بنائے گئے اسرائیلی نژاد امریکی شہری کو دیکھا جا سکتا ہے، خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق سات اکتوبر کو حماس کے جنوبی اسرائیل پر حملے کے بعد یہ پہلی ویڈیو ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ ہرش گولڈ برگ پولن زندہ ہیں، اس ویڈیو کے منظر عام پر آنے کے بعد یروشلم میں نئے مظاہرے شروع ہو گئے ہیں جن میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ یرغمالیوں کی رہائی کے لیے مزید اقدامات کریں، ویڈیو میں گولڈ برگ پولن نے اسرائیل کی حکومت پر الزام لگایا ہے کہ اسرائیل کی بمباری میں تقریباً 70 یرغمالی مارے گئے، ویڈیو سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سب دباؤ میں آ کر بول رہے ہیں، 23 سالہ گولڈ برگ پولن 'ٹرائب آف نووا' میوزک فیسٹیول میں موجود تھے جب حماس نے غزہ سے حملہ کیا، ویڈیو میں گولڈ برگ پولن کے بائیں بازو کا کچھ حصہ متاثر ہوا ہے۔ (الجزیرہ)

امریکہ نے یوکرین کو خفیہ طور پر بیلسٹک میزائل فراہم کیے

امریکہ نے یوکرین کو فوجی امداد کے ایک پیکج کے طور پر مارچ میں طویل فاصلے تک مار کرنے والے بیلسٹک میزائل بھیجے تھے، امریکی حکام کے مطابق کییف ان ہتھیاروں کو دو مرتبہ استعمال بھی کر چکا ہے، وائٹ ہاؤس کے قومی سلامتی مشیر جیک سلیوان نے نامہ نگاروں سے بات چیت کے دوران اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا، "مناسب تعداد' میں میزائل یوکرین کو بھیجی گئی ہیں اور ہم انہیں مزید میزائل بھیجیں گے" واشنگٹن کو یوکرین کو طویل فاصلے تک مار کرنے والے میزائل فراہم کرنے کے متعلق تحفظات تھے، اسے خدشہ تھا کہ ان میزائلوں کو روس کے خلاف استعمال کرنے سے تنازع بڑھ سکتا ہے، تاہم امریکی حکام کا کہنا ہے کہ صدر جو بائیڈن نے فروری میں یوکرین کے لیے جب 300 ملین ڈالر کے فوجی امدادی پیکج کا اعلان کیا تو اسی کے ساتھ "مناسب تعداد' میں میزائلوں کی ترسیل کی منظوری بھی دے دی۔ (ڈی ڈبلیو)

فرانس میں تیرہ سال سے کم عمر بچوں کے رات کو باہر نکلنے پر کرفیو

فرانس کے دائیں بازو کے ایک میئر نے نوجوانوں میں مبینہ تشدد کے واقعات کی روک تھام کے لیے تیرہ برس سے کم عمر بچوں پر ایک محدود مدت تک کے لیے رات کے اوقات میں کرفیو کے نفاذ کا اعلان کیا ہے، فرانس میں مبینہ تشدد کے واقعات کی روک تھام کے لیے ایک دائیں بازو کے سیاستدان اور میئر نے تیرہ سال سے کم عمر بچوں کے رات کے اوقات میں گھروں سے باہر نکلنے پر کرفیو لگا دیا ہے، ماضی میں بھی کئی فرانسیسی شہروں میں محدود مدت کے لیے رات کے اوقات میں بچوں پر ایسے ہی کرفیو لگائے گئے تھے، جون میں ہونے والے یورپی پارلیمنٹ کے انتخابات سے پہلے فرانس میں نوجوانوں میں تشدد ایک نمایاں سیاسی موضوع بن گیا ہے؛ کیونکہ انتہائی دائیں بازو کی قومی ریلی پولنگ میں صدر ایمانوئل ماکروں کی سینٹرسٹ پارٹی سے آگے نکل رہی ہے۔ (ڈی ڈبلیو)

خون کا عطیہ دینے والے 200 افراد کے لیے شاہی تمغہ

شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے خون کا عطیہ کرنے والے 200 شہریوں کو تیسرے درجے کا تمغہ دینے کی منظوری دی ہے، سعودی پریس ایجنسی کے مطابق خون کا عطیہ کرنے والوں کو تمغے کے علاوہ شاہ سلمان کی طرف سے اسناد بھی دی جائیں گی، سعودی عرب میں ضرورت مند مریضوں کے لیے خون کے علاوہ اعضا کا عطیہ دینے کی مہم وقتاً فوقتاً چلائی جاتی ہے، مہم سعودی عرب کے تمام شہروں میں بیک وقت شروع ہوتی ہے جس کا مقصد ضرورت مند مریضوں کے لیے اعضا اور خون جمع کرانا ہوتا ہے، واضح رہے کہ ایسے افراد خواہ وہ سعودی شہری ہوں یا مقیم غیر ملکی جو 10 مرتبہ خون یا اعضاء کا عطیہ کرتے ہیں، انہیں خدمات کے اعتراف میں تمغہ اور شکریے پر مشتمل سند دی جاتی ہے (ایجنسی)

حماس کے مسلح ونگ القسام بریگیڈ کا 'تمام محاذوں پر' کشیدگی بڑھانے کا مطالبہ

حماس کے مسلح ونگ القسام بریگیڈ کے ترجمان ابوعبیدہ نے غزہ میں اسرائیل اور حماس جنگ کے 200 دن مکمل ہونے پر تمام محاذوں پر کشیدگی بڑھانے پر زور دیا ہے، برطانوی خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق منگل کو الجزیرہ ٹی وی سے نشر ہونے والی ایک ویڈیو میں ابوعبیدہ نے 13 /اپریل کو اسرائیل پر ایران کے حملے کو سراہتے ہوئے کہا کہ 'دھماکہ خیز ڈرون اور میزائلوں سے براہ راست حملوں نے نئے اصولوں اور اہم تنازعات کو جنم دیا اور دشمن اور وہ جو اس کے پیچھے ہیں انہیں تذبذب کا شکار کر دیا، انہوں نے مغربی کنارے اور اُردن کو 'سب سے اہم عرب محاذوں میں سے ایک' قرار دیتے ہوئے کشیدگی میں اضافے پر بھی زور دیا، دو علاقائی سیکورٹی ذرائع نے 13 /اپریل کو بتایا تھا کہ اردن، جو ایران اور اسرائیل کے درمیان واقع ہے، نے درجنوں ایرانی ڈرونز کو مار گرایا جو اس کی فضائی حدود میں داخل ہوئے اور اسرائیل کی طرف جا رہے تھے (ایجنسی)

رشوت خوری کا الزام، روس کے نائب وزیر دفاع گرفتار

ایک اعلیٰ روسی فوجی عہدیدار کو رشوت لینے کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا ہے، تیمور ایوانوف کو بدھ کے روز وسطی ماسکو کی ایک عدالت کے سامنے پیش کرنے کے بعد پری ٹرائل حراست میں بھیج دیا گیا ہے، روس کی تحقیقاتی کمیٹی کے ایک بیان میں کہا گیا ہے، "اڑتالیس سالہ تیمور ایوانوف کو منگل کے روز گرفتار کیا گیا، وہ روس کے بارہ نائب وزرائے دفاع میں سے ایک تھے۔" عدالت کے ایک بیان کے مطابق تفتیش کاروں نے ماسکو کی عدالت کو بتایا کہ ایوانوف نے وزارت دفاع کے ٹھیکوں اور ذیلی معاہدوں کے دوران تیسرے فریق کے ساتھ مل کر سازش کی اور غیر متعین جائیداد حاصل کرنے کی شکل میں رشوت وصول کی۔ (ڈی ڈبلیو)

تعلیم و روزگار

ریلوے پروٹیکشن فورس میں کانسٹیبل کے عہدے کے لیے بحالی

ریلوے پروٹیکشن فورس (RPF) نے کانسٹیبل (ایگزیکیٹو) کی 4,208 آسامیوں پر بحالی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، یہ آسامیاں ریلوے پروٹیکشن اسپیشل فورس کے لیے بھی پُر کی جائیں گی، دلچسپی رکھنے والے اہل امیدواروں سے آن لائن درخواستیں طلب کی گئی ہیں، اس کے لیے رجسٹریشن کا عمل 15 /اپریل 2024 سے شروع ہو گیا ہے، عہدوں کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے، اسب بحالی کے لیے مرد اور خواتین امیدوار اہل ہوں گے، معذور امیدوار درخواست نہیں دے سکیں گے، درخواست دینے کی آخری تاریخ 14 /مئی 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس 500 روپے۔ SC / ST زمرہ کی خواتین اور EBC زمرہ کے لیے 250 روپے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 14 /مئی 2024ء، درخواست فارم میں ترمیم کرنے کی آخری تاریخ: 15 مئی سے 24 مئی 2024، سرکاری ویب سائٹ rpf.indianrailways.gov.in: https://، ہیلپ لائن نمبر: 9592001188، ای میل آئی ڈی: rrb.help@csc.gov.in

ایمس راجکوٹ میں اسسٹنٹ پروفیسر سمیت 13 عہدوں پر درخواست مطلوب

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (راجکوٹ) (گجرات) نے اسسٹنٹ پروفیسر (نرسنگ) اور دیگر آسامیوں سمیت 13 آسامیوں پر بھرتی کا اعلان کیا ہے، آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (AIIMS) راجکوٹ (گجرات) نے 13 آسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس میں اسسٹنٹ پروفیسر (نرسنگ) اور ایسوسی ایٹ پروفیسر (نرسنگ) سمیت دیگر آسامیاں شامل ہیں، دلچسپی رکھنے والے امیدوار 05 /مئی 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل، OBC اور EWS زمرہ کے لئے 1500 روپے، SC /کیٹیگری کے لیے 800 روپے، معذور زمرے کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، سرکاری ویب سائٹ www.alimsrajkot.edu.in

جونیئر فوڈ اینالسٹ کی 417 آسامیاں خالی ہیں

اترپردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC) نے جونیئر فوڈ اینالسٹ کی 417 آسامیوں پر بحالی کے لئے درخواست طلب کیا ہے، یہ تقرریاں ریاست کے فوڈ سیفٹی اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن محکمہ میں کی جائیں گی، اس کا اشتہار نمبر 04-Exam2024 ہے۔ تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ صرف اترپردیش کے اصل باشندوں کو ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرہ میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، جس کی آخری تاریخ 15 /مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس: تمام زمروں کے امیدواروں کے لیے 25 روپے ہے جو آن لائن ادا کی جائیگی ، سرکاری ویب سائٹ: upsssc.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 0522-2720814

آر پی ایف کو 452 سب انسپکٹرز کی ضرورت ہے

ریلوے پروٹیکشن فورس (RPF) اور ریلوے پروٹیکشن اسپیشل فورس (RPSF) نے سب انسپکٹر (ایگزیکیٹو) کی 452 آسامیاں بھرنے کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، عہدوں کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہو سکتی ہے۔ دلچسپی رکھنے والے اور اہل امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 14 /مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس: 500 روپے ہے، SC / ST زمرہ، خواتین، اقلیتی زمرہ یا EBC زمرہ کے لئے 250 روپے فیس ادا کی جائے گی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 14 مئی 2024، ویب سائٹ rpf.indianrailways.gov.in :https//، ہیلپ لائن نمبر: 9592001188

ایئر انڈیا میں 422 آسامیوں کے لیے انٹرویو

ایئر انڈیا ایئرپورٹ سروسز لمیٹڈ نے چنئی ایئرپورٹ پر 422 آسامیوں پر بھرتی کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کا اشتہار نمبر AIASL/ 05-03 / HR / 147 ہے، اس کے تحت یوٹیلٹی ایجنٹ کم ریمپ ڈرائیور، ہینڈی مین/ ہینڈی وومین کی آسامیوں پر بحالی کی جائے گی، یہ تقرریاں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائیں گی (تین سال)، جن کی تجدید امیدواروں کی کارکردگی اور ضروریات کے مطابق کی جاسکتی ہے، انٹرویو 02 /مئی اور 04 /مئی 2024 کو صبح 09:00 بجے سے دوپہر 12:00 بجے تک لیا جائے گا، خواہشمند امیدوار مقررہ مرکز پر جا کر انٹرویو دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس: 500 روپے، امیدواروں کو ڈی ڈی (ڈیمانڈ ڈرافٹ) کے ذریعے فیس ادا کرنا ہوگی۔

اسسٹنٹ پروفیسر کی سات آسامیوں پر براہ راست بحالی

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف فارماسیوٹیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (NIPER) پنجاب نے اسسٹنٹ پروفیسر کی سات آسامیوں پر براہ راست بحالی کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، درخواست فارم NIPER کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے، دلچسپی رکھنے والے امیدواروں کو درخواست فارم اور منسلک دستاویزات کو 6 /مئی 2024 تک مقررہ پتہ پر بھیجنا ہوگا، اہلیت: فرسٹ کلاس پی ایچ ڈی یا اس کے مساوی قابلیت۔ تدریس/تحقیق/صنعتی شعبوں میں پانچ سال کا تجربہ اور اشاعت کے کام کا ہونا ضروری ہے، انتخاب کا عمل: پریزنٹیشن/انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا، درخواست کی فیس: 1,000 روپے، فیس آن لائن ادا کریں گے، SC / ST، معذور اور خواتین امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے ،سرکاری ویب سائٹ (https//:niper.gov.in/)۔

Scanned with CamScanner

بی جے پی کیلئے ۲۰۲۴ء کے انتخاب میں ساکھ بچانے کا چیلنج

نہال صغیر

پارلیمانی انتخابات 2024 کا اعلان ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی نئی نئی اسکیموں کے اعلان اور ترقیاتی کاموں کے افتتاح کا شور تھم گیا۔ اب جو شور شروع ہوگا اس کو سن کر عوام تذبذب میں مبتلا ہوں گے کہ کون سچ بول رہا ہے اور کون صرف انتخابی جملوں کا استعمال کر رہا ہے۔ ویسے تو عوام کو بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ اس انتخابی وعدوں کے شور میں کون کتنا فیصد سچ بول رہا ہے اور کون کتنا صد فیصد جھوٹ، لیکن معاملہ یہ ہے کہ استحصالی گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے نفرت کے ایسے بازار کی تخلیق کی ہے جس سے کروڑوں افراد نفرت کا سودا خرید رہے ہیں۔ کچھ دن قبل اس نفرت آمیز سحر انگیزی کا ایک بڑا انکشاف اس طرح ہوا کہ اکثریت نے نفرتی گروہ کے سربراہ کے نام پر ہی ووٹ دینے کی بات کی۔ اس کے مطابق میدان انتخاب میں کوئی بھی ہو وہ ووٹ اسی سربراہ منافرت کے نام پر کریں گے۔ حالانکہ اس سروے پر یقین اس لئے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جس ذرائع سے یہ سروے کا انعقاد ہوا تھا وہ اسی نفرتی گروہ کے سربراہ کا ہمنوا ہے اور اس طرح کی کوشش سے وہ ملک میں اس بیانیہ کو تقویت دینا چاہتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی کوشش کر لو آئے گا تو مودی ہی۔

انتخابی عمل کے اعلان سے ایک دن قبل راہل گاندھی نے ملک کے عوامی اداروں کی تباہی کی بات کی انہوں نے کہا کہ ہندوستان کا کوئی عوامی ادارہ ہندوستان کا نہیں رہا اب یہ بی جے پی اور آر ایس ایس کے لیے کام کرتے ہیں۔ راہل کی اس بات سے ایک خاص طبقہ کو چھوڑ کر بھی متفق ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس کی تباہی دیکھی ہے۔ جیسے سورج کی موجودگی میں کوئی ابہام نہیں اسی طرح ہندوستان کے جمہوری اداروں کی تباہی ایک روشن حقیقت ہے۔ انہی اداروں میں الیکشن کمیشن بھی ہے جو اپوزیشن پر کارروائی کرنے اور بی جے پی کے لیڈروں کو مغلظات بکنے کی پوری چھوٹ دیتا ہے وہ راہل گاندھی کو تو احتیاط برتنے کا مشورہ دیتا ہے لیکن نفرتی گروہ کے لیڈروں پر گاندھی کے تین بندروں والا کردار اپناتا ہے۔ ہم حالات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الیکشن کمیشن موجودہ مقتدر طبقہ کو اشاروں میں یہ بتا دیتا ہے کہ کب الیکشن کی تاریخ کا اعلان کیا جائے گا تا کہ وہ قریب قریب تک بڑے بڑے پروجیکٹ کا افتتاح اور اعلان کرتے رہیں جس سے وہ دونوں کا ارتکاز کر سکیں۔ ہم نے اس کا مشاہدہ 2019 میں بھی کیا تھا اور اب بھی یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ وزیر اعظم پورے ہندوستان میں گھوم گھوم کر پروجیکٹس کا افتتاح اور اعلان کرتے رہے۔ مہاراشٹر میں بھی الیکشن کے اعلان سے ایک دن قبل وزیر اعلیٰ کے دفتر اور مختلف وزارتوں کے کام کرنے کی رفتار انتہائی تیز ہو گئی تھی۔ کاش یہ رفتار حکومت سنبھالتے ہی دکھاتے تو ملک واقعی دنیا کی سربراہی کے لائق بن جاتا۔

اٹل بہاری واجپائی نے پارلیمنٹ میں کہا تھا حکومتیں آتی جاتی رہیں گی لیکن یہ ملک ہمیشہ رہے گا ہمیں ملک کے مفاد میں کام کرنا چاہیے لیکن موجودہ حکومت نے ذاتی انا اور مفاد یا زیادہ سے زیادہ ایک قلیل گروہ کے فائدے اور اس کے استحکام کیلئے کام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے پورے ملک میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ عوام کا ایک طبقہ اندھے اعتماد کی وجہ سے ووٹ تو دیتا ہے لیکن بہت بڑا طبقہ اس نفرتی گروہ سے اب بھی لاتعلقی برت رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک تو مخالف ووٹ کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جس سے نفرتی گروہ کو جیت حاصل کرنے میں کامیابی مل جاتی ہے۔ دوسری طرف آپ ووٹوں کی تقسیم کے علاوہ بھی ہار اور جیت کا تناسب دیکھیں تو بہت کم ووٹوں کے فرق سے ہار جیت کا فیصلہ ہوتا ہے جو کبھی بھی دوسری طرف جا سکتا ہے۔ اس بار انڈیا اتحاد کے سبب نفرتی گروہ کی پریشانی و بدحواسی قابل دید ہے۔ یہ بات جان لیجئے کہ جب تک کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا ہے تب تک کسی کیخلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی یا آواز بلند نہیں کی جاتی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ سارے عوامی اداروں کو اپنے تابع کرنے اور پوری میڈیا کو اپنی گود میں رکھنے کے باوجود نفرتی گروہ کی بدحواسی کا عالم یہ ہے کہ وہ اپوزیشن کے لیڈروں کو جھوٹے مقدمات میں جیلوں میں بند کروانے میں پوری مستعدی سے کام کر رہا ہے۔ انڈیا اتحاد کیخلاف بھی انہوں نے کافی کوششیں کر لیں لیکن اس کے اب تک کے اقدام نے مقتدر طبقہ کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے اور چند پارٹیوں کو اس سے دور کرنے میں کامیابی بھی حاصل کی ہے مگر ان کی پریشانیاں ختم نہیں ہو رہی ہے اس لئے نفسیاتی حربہ کے طور پر ایک اور تیر چلا دیا گیا کہ ابکی بار چار سو کے پار۔ ذرا سوچئے ان کے دعوے کے مطابق اگر انہوں نے ترقیاتی کاموں میں گذشتہ سبھی حکومتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ملک دنیا کی سربراہی کے قابل ہو گیا ہے تو پھر اتنے سارے نفسیاتی حربے کیوں استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں انہوں نے غریبی دور کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے مگر اس کے باوجود اسی کروڑ افراد کیلئے پانچ کلو مفت اناج دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ اپنے دعووں کی یہ خود ہی تردید کر دیتے ہیں، میڈیا ان سے پوچھنے والا نہیں ہے کیوں کہ وہ ان کی گود میں بیٹھا ہے اور جو کچھ لوگ سوال کرتے ہیں تو ان کی باتوں کو یہ لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

لیکن کیا ان کے نظر انداز کر دینے سے یا ریت میں منہ چھپا لینے سے سچائی تبدیل ہو جائے گی؟ کیا عوام میں کبھی کوئی بیداری نہیں آئے گی اور وہ کبھی ہندوتوا کے جنون سے باہر نکل کر حکومت سے سوال کرنے اور اسے سبق سکھانے کے لائق نہیں ہوں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے 2014 کے بعد صرف دو کام کئے ہیں ایک تو غریبوں کسانوں کو نظر انداز کر کے کارپوریٹ کے مفاد میں کام کیا اور دوسرا عوام کو مذہبی منافرت کی بھٹی میں جھونک دیا۔ لیکن کہتے ہیں کہ جھوٹ کب تک اپنا اثر برقرار رکھے گا جھوٹ کی ہانڈی کو ایک نہ ایک دن تو چوراہے پر پھوٹنا ہی ہے۔

اب اگر یہ تیسری مرتبہ حکومت بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو بہت واضح اکثریت حاصل نہیں کر پائیں گے۔ چار سو کے پار تو بہت دور کی بات ہے۔ ہمیشہ آپ کا سوچا ہوا نہیں ہوتا کبھی اس کے الٹ بھی ہو جاتا ہے اور اس الیکشن میں بھی ہو سکتا ہے کہ عوام کا بڑا طبقہ اپنے اور ملک کے مستقبل کے تئیں سنجیدہ ہو جائے۔ بی جے پی اور اس کے مثلث کچھ بھی کہیں لیکن ان کی ساکھ بچائے رکھنے کا چیلنج ان کے سامنے کھڑا ہے۔ یہاں اپوزیشن کو بھی کمال حکمت لیکن جارحانہ انداز اپنانا پڑے گا انہیں الیکشن کمیشن کو بھی اپنے انداز اقدام سے یہ بتانا ہوگا کہ تمہارا صاحب اقتدار کے معاملے میں جھکاؤ والا رویہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ راہل گاندھی نے کہا کہ جو لوگ یا ادارے حکومت کے اشارے پر کام کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ یہ حکومت آج نہیں تو کل چلی جائے گی اس کے بعد ان کا کیا ہوگا۔

سول سروس کے امتحان میں کامیابی پانے والے مسلمان طلبہ: 'سخت محنت کا کوئی نعم البدل نہیں'

سول سروسز کے اس سال کے امتحان میں مسلمانوں کے انتخاب کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے؛ لیکن ملک کے ریڑھ کی ہڈی کہے جانے والے اس سرکاری سروس میں مسلمان برادری کی نمائندگی بدستور کم ہے، اس سال 1016 میں سے 51 مسلم طلبہ کا انتخاب ہوا ہے، یہ تعداد گذشتہ سال 933 میں سے 29 تھی، سنہ 2021 میں یہ 685 میں سے 25 تھی اور 2020 میں 761 میں سے 31 تھی۔

یہ امتحان جس کے ذریعے ملک چلانے والی بیوروکریسی کے لیے افسروں کی بھرتی ہوتی ہے، دنیا کے مشکل ترین امتحانات میں سے ایک ہے جس کے لیے اس سال پانچ لاکھ 92 ہزار ایک سو اکتالیس امیدوار شریک ہوئے تھے، اس سال کے امتحان میں ممتاز کالج آئی آئی ٹی سے تعلیم یافتہ آدتیہ شریواستو نے ٹاپ کیا ہے، گذشتہ سال بھی 236 رینک کے ساتھ انھوں نے یہ امتحان پاس کیا تھا اور ان کا تعین پولیس سروسز میں کیا گیا تھا؛ لیکن بہتر رینک کے لیے انھوں نے دوبارہ شرکت کی، ایسے امتحان میں جس میں لاکھوں شریک ہوتے ہیں ٹاپ کرنا واضح طور پر ایک قابل تعریف کارنامہ ہے؛ لیکن کم رینک سے بھی اسے پاس کرنا آسان نہیں، 18 واں رینک حاصل کرنے والی دلی یونیورسٹی سے کامرس گریجویٹ وردہ خان نے نیوز ایجنسی اے این آئی کو بتایا کہ 'میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں ٹاپ 20 میں آؤں گی، ہر امیدوار کی طرح مجھے بھی یہ امید تھی کہ صرف لسٹ میں نام آ جائے، وہ 2021 سے اس امتحان کی تیاری کر رہی تھیں اور دوسری بار میں اسے پاس کیا، وہ کہتی ہیں کہ 'یہ رستہ یقیناً چیلنجنگ رہا ہے؛ کیونکہ اس کے لیے کافی تنہائی میں وقت گزارنا ہوتا ہے، سوشل لائف کو قربان کرنا پڑتا ہے؛ لیکن ہندوستان میں لوگوں کے لیے یہ سروس اتنی پرکشش ہے کہ کئی امیدوار برسوں تک اس کی تیاری کرتے ہیں، ہر بڑے شہر میں ایسے علاقے ہیں جہاں اس کی تیاری کے لیے کوچنگ سینٹرز اور طلبہ کی رہائش گاہیں ہیں، ملک میں اچھے معیار کی ملازمتوں کی کمی اور سماجی عدم مساوات کی وجہ سے سول سروسز کی ملازمت کے ساتھ آنے والا وقار نجی شعبے کے مقابلے میں کم تنخواہ ہونے کے بعد لوگوں کو اس کی طرف راغب کرتا ہے بلکہ ملک کے کئی حصوں میں سول سروسز کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ان امیدواروں کی شادی کے امکانات میں بہتری ہوتی ہے، امتحانات کی تیاری میں مدد کرنے والے مراکز کا کہنا ہے کہ مسلمان امیدواروں کی دھیرے دھیرے بڑھتی ہوئی تعداد ایک حوصلہ افزا پیش رفت ہے لیکن وہ خبردار کرتے ہیں کہ اسے سیاق و سباق میں دیکھا جانا چاہیے، وہ کہتے ہیں کہ یہ تعداد ہر سال نشستوں کی دستیابی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے؛ لیکن مسلمانوں کی آبادی 14 فیصد سے زائد ہونے کے باوجود کبھی بھی اس امتحان میں کامیاب ہونے والے مسلمانوں کی تعداد پانچ فیصد سے زیادہ نہیں ہوئی ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نمائندگی کی کمی کی بڑی وجہ مسلمانوں میں اس کے بارے میں آگاہی کی کمی ہے، سابق سرکاری ملازم اور یہ امتحان پاس کرنے والے ظفر محمود جو کہ اب پسماندہ گروپوں کے لیے سول سروسز کے لیے کوچنگ کا مرکز چلاتے ہیں کہتے ہیں کہ 'یہ نمائندگی کی کمی امتیازی سلوک کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی قابل امیدواروں کی کمی کی وجہ سے، حالات انھیں آگاہی فراہم کرنے، ان کے اعتماد میں اضافہ کرنے اور انھیں احساسِ کم تری سے نکالنے سے بہتر ہوں گے، وہ کہتے ہیں کہ 'کافی حد تک آگاہی بہتر ہوئی ہے؛ لیکن ابھی کافی بھی کم ہے، ہم صرف پانچ فیصد تک پہنچ پائے ہیں؛ لیکن آزادی سے لے کر ابھی تک کا 'بیک لاگ' پورا ہونا چاہیے، گذشتہ دو دہائیوں میں مسلمان برادری کے رہنماؤں نے اس خلا کو دور کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں، پرائیویٹ کوچنگ سینٹرز کی طرح جو طلبہ امتحان کی تیاری میں مدد کرتے ہیں، انھوں نے بھی پسماندہ طبقات کے طلبہ کو مفت یا کم پیسوں میں امتحان کی تیاری کروانے کے لیے مراکز قائم کیے ہیں، حالیہ برسوں میں محمود کی تنظیم ذکات فاؤنڈیشن آف انڈیا اور نامی گرامی ہمدرد گروپ کے زیر انتظام مراکز نے حوصلہ افزا نتائج دیے ہیں، 2000 اور 2010 کی دہائی کے اوائل میں حکومت نے جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (اے ایم یو) جیسی یونیورسٹیوں میں بھی مراکز قائم کرنے میں مدد کی اور ان مراکز نے بھی حوصلہ افزا نتائج دکھائے ہیں، اس سال جامعہ کے کوچنگ سنٹر سے اس امتحان میں مسلمانوں سمیت دیگر پسماندہ طبقوں سے 31 امیدوار کامیاب رہے جبکہ اے ایم یو سے تین امیدوار، اے ایم یو میں کوچنگ سینٹرز کے سربراہ پروفیسر صغیر انصاری کا کہنا ہے کہ یہ نتائج مسلمانوں کی سماجی اقتصادی حالت کی عکاسی کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ 'عام طور پر اس امتحان میں کوئی امتیازی سلوک نہیں ہے، انصاری کہتے ہیں کہ ان امتحانات میں کامیابی کی شرح کم ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے زیادہ تر مسلمان طلبہ اپنے خاندان میں کالج جانے والوں میں سے پہلی یا دوسری نسل کے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ 'کالج جانے والی پہلی نسل کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ یہ امتحانات کیا ہیں، دوسری نسل اس کے بارے میں جانتی ہے؛ لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ اس کی تیاری کیسے کی جائے، ان گروپوں کی فوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد کسی بھی طرح کی کوئی ملازمت حاصل کر لیں، انھوں نے کہا کہ ان کے ادارے میں آنے والے زیادہ بچے ایسے ہیں جن کی بنیاد بنانے میں ہی ان کا اچھا وقت نکل جاتا ہے۔ (بی بی سی)

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں اوراس کے امیدوار......

مظاہر حسین عماد قاسمی

عام آدمی پارٹی: عام آدمی پارٹی کی بنیاد چھبیس نومبر دوہزار بارہ کواروند کیجر یوال (سولہ اگست 1968) اوران کے اس وقت کے ساتھیوں نے رکھی تھی، عام آدمی پارٹی کی سیاسی طاقت: عام آدمی پارٹی کی دہلی اور پنجاب میں حکومت ہے، دسمبر دوہزار تیرہ کے دہلی اسمبلی انتخابات میں عام آدمی پارٹی کو دہلی کی کل ستر اسمبلی نشستوں میں سے اٹھائیس سیٹیں ملی تھیں، اورفروری دوہزار پندرہ میں سڑسٹھ اور دوہزار بیس میں باسٹھ سیٹیں ملی تھیں، دوہزارسترہ کے پنجاب اسمبلی انتخابات میں پنجاب اسمبلی کی کل ایک سوسترہ رکنی اسمبلی میں بیس اور دوہزار بائیس میں بانوے اسمبلی نشستیں ملی تھیں، گجرات میں چار، گوا میں دوسیٹیں اورآسام میں ایک اسمبلی سیٹ عام آدمی کے پاس ہے، دوہزار چودہ میں پنجاب میں چار لوک سبھا نشستیں ملی تھی اور دوہزارانیس میں پنجاب سے ہی ایک سیٹ ملی ہے، دہلی اور پنجاب اسمبلیوں میں بھاری اکثریت ہونے کی وجہ سے راجیہ سبھا کی دس نشستیں ہیں۔

دو ہزار چوبیس میں عام آدمی پارٹی کے امیدوار: دوہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخاب میں عام آدمی پارٹی کے امیدواروں کی تعداد بائیس ہے، دہلی کی چار، ہریانہ کی ایک اور گجرات کی دوسیٹوں کل سات سیٹوں پرعام آدمی پارٹی انڈیا اتحاد میں ہے، مگر پنجاب کی تیرہ اورآسام کی دوسیٹوں پراتحاد کے ساتھ نہیں ہے، یہ تینوں پارٹیاں نیشنل پارٹیاں ہیں، بقیہ سینتیس پارٹیاں ریاستی درجے کی ہیں یا علاقائی درجے کی ہیں، نیشنل پارٹی بننے کے لیے کچھ معیار قائم ہیں، اسی طرح ریاستی پارٹی کے لیے بھی کچھ شرطیں ہیں۔

تمل ناڈو میں انڈیا اتحاد: تمل ناڈو میں انڈیا اتحاد میں انڈین نیشنل کانگریس، پانچ تمل پارٹیاں، سی پی ایم، سی پی آئی اوردو مسلم پارٹیاں ہیں پروفیسر جواہراللہ کی مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے) اورمسلم لیگ انڈیا اتحاد میں شامل ہیں، تمل پارٹیوں اور پروفیسر جواہراللہ کی مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے) کا تعارف پیش کررہے ہیں:

دراوڑ منیترا کزگم (ڈی ایم کے) (دراوڑی پروگریسیو فیڈریشن): دراوڑ منیترا کزگم تمل ناڈو کی ایک قدیم سیاسی پارٹی ہے، اس پارٹی کی بنیاد کونجیورام نٹراجن انادورائی (سی این انادورائی) (15 ستمبر 1909 - 3 فروری 1969) نے سترہ ستمبر انیس سوانچاس کو ڈالی تھی، انہیں انا کے نام سے جانا جاتا ہے، انا (Anna) کے معنی عالم یا بڑے بھائی کے آتے ہیں، انہوں نے ریاست مدراس کے چوتھے اورآخری وزیراعلیٰ کے طور پرخدمات انجام دیں، ان کے زمانے میں ہی ریاست مدراس کا نام بدل کرتمل ناڈو کردیا گیا تھا، وہ چھ مارچ انیس سوسڑسٹھ تا تیرہ جنوری انیس سوانہتر ریاست مدراس کے اور چودہ جنوری تا تین فروری انیس سوانہتر کو اپنی وفات تک صرف بیس دن تمل ناڈو کے وزیراعلی تھے، وہ آزادی کے بعد پہلے غیر کانگریسی اور پہلے دراوڑی وزیراعلی تھے، اس پارٹی نے اب تک تمل ناڈو پرتقریبا چوبیس سال حکومت کی ہے، دوسال کونجیورام نٹراجن انادورائی نے، اورتقریبا انیس سال ایم کرونا ندھی (تین جون 1924 - سترہ اگست 2018) نے حکومت کی ہے اور سات مئی دو ہزار اکیس سے کرونا ندھی کے بیٹے ایم کے اسٹالن (یکم مارچ 1953) تمل ناڈو کے وزیراعلی ہیں، اسی پارٹی سے مشہور فلم اداکار مارتھر گوپالن رامچند رن (ایم جی رامچند رن) (سترہ جنوری 1917 - 24 / دسمبر 1987) نے الگ ہوکر آل انڈیا دراوڑ منیترا کزگم (اے آئی ڈی ایم کے) بنائی، وہ تیس جون انیس سوستہتر تا سترہ فروری انیس سواسی اورنو جون انیس سواسی سے چوبیس دسمبر انیس سوستاسی کو اپنی موت تک تمل ناڈو کے وزیراعلی تھے، آل انڈیا دراوڑ منیترا کزگم (اے آئی ڈی ایم کے) نے اب تک تقریبا تیس سالوں تک تمل ناڈو پرحکومت کی ہے، سات فروری انیس سواسی تا تیئیس جون کے درمیان تین باریہاں صدرراج بھی نافذ ہوا ہے جس کی مکمل مدت سوتین سال ہے۔

ڈی ایم کے کی حیثیت: تمل ناڈواور پونڈیچری کی ریاستی پارٹی، ڈی ایم کے کی پارلیمانی طاقت: لوک سبھا کی نشستیں: 20, / 543، راجیہ سبھا کی نشستیں: 10 / 245، کل ممبران لیجیسلیٹو اسمبلی: 133 / 4036، تمل ناڈو کی دوسو چونتیس رکنی اسمبلی میں دراوڑ منیترا کزگم (ڈی ایم کے) ایک سوبتیس ارکان ہیں اورتیس رکنی پونڈیچری اسمبلی میں اس کا صرف ایک رکن ہے، ارکان پارلیمنٹ اورارکان اسمبلی کے حساب سے انڈیا اتحاد کی دوسری بڑی دراوڑ منیترا کزگم (ڈی ایم کے) ہی ہے، ویسے اتحاد کی دوسری بڑی پارٹی ممتابنرجی کی ترنمول ہے، مگراس کی اتحاد میں شمولیت برائے نام ہے، اس نے اتحاد کی سب سے بڑی پارٹی کانگریس کے لیے بنگال کی دونوں سیٹنگ سیٹیں بھی نہیں چھوڑی ہیں، بنگال کی بیالیس نشستوں میں سے بائیس پراس کے امیدوار دوہزارانیس میں کامیاب ہوئے تھے، اٹھارہ سیٹوں پر بی جے پی اوردوسیٹوں پرکانگریس کامیاب ہوئی تھی، تمل ناڈو میں لوک سبھا کی کل انچالیس نشستیں ہیں، اوراکیس پرڈی ایم کے کے امیدوار ہیں۔

وی سی کے (Viduthalai Chiruthaigal Kachi): (لبریشن پینتھر پارٹی) تمل ناڈو کی ایک سماجی تحریک اورسیاسی جماعت ہے جوذات پات کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خلاف لڑتی ہے اورریاست تمل ناڈو میں سرگرم ہے، اس پارٹی کا تامل قوم پرستی پربھی زور ہے۔ اس کے چیئرمین تھول تھرومالاوان ہیں اوراس کے جنرل سکریٹری مصنف روی کمار ہیں، اس پارٹی کے صرف چار ممبران اسمبلی تمل ناڈو ہیں اورایک ممبر پارلیمنٹ ہیں اوروہ بھی تمل ناڈو سے ہی ہیں اوراس کے چیئرمین تھول تھرومالاوان ہی ہیں، وہ دوہزارنو اورانیس میں کامیاب ہوئے تھے، اس پارٹی کے صرف دوامیدوار ہیں۔

کونگناڈو مکل دیسیا کچی (KMDK): ریاست تامل ناڈو کے کرناٹک اور کیرلا سے متصل تمل ناڈو کے شمال مغربی چند اضلاع کوکونگ ناڈو کہاجاتا ہے، اس پارٹی کا ووٹ بیس بنیادی طور پرتمل ناڈو کے مغربی اضلاع میں مرکوز ہے، اس پارٹی کا نامکل (لوک سبھا حلقہ) سے ایک ممبر پارلیمنٹ ہے اوراس کا نام اے کے پی چنراج ہے اور تمل ناڈو قانون ساز اسمبلی کے ایک رکن، ای آرایشورن ہیں جو دوہزار اکیس کے عام اسمبلی انتخابات میں کامیاب ہوئے ہیں اس پارٹی کے چار ضلع کونسلر اوردس یونین کونسلر ہیں، دوہزار چوبیس میں کے ایم ڈی کے کے نڈیا اتحاد کی طرف سے صرف ایک امیدوار ہے۔

مرومالارچی دراوڑ منیترا کزگم (MDMK): ایم ڈی ایم کے ریاست تامل ناڈو میں سرگرم ایک سیاسی جماعت ہے۔ اسے وائیکو نے 1994 میں دراوڑ منیترا کزگم چھوڑنے کے بعد قائم کیا تھا۔ پارٹی کا ہیڈکوارٹر تھایاگم کہلاتا ہے، جو رکمنی لکشمی پتی سلائی، ایگمور، چنئی میں واقع ہے، ویاپوری گوپالسامی (بائیس مئی 1944) وائیکو کے نام سے مشہور ہیں، دوہزار چوبیس میں ایم ڈی ایم کے کے امیدواروں کی تعداد، انڈیا اتحاد کی طرف سے ایم ڈی ایم کے کا بھی صرف ایک امیدوار ہے۔

مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے): مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے) تمل ناڈو کی ایک مسلم سیاسی جماعت ہے، اس کے بانی اورصدر ایم ایچ جواہراللہ ہیں، اورسکریٹری پی عبدالصمد ہیں اور یہ دونوں فی الحال مئی دوہزاراکیس سے تمل ناڈو کی دوسواڑتیس رکنی اسمبلی کے ارکان ہیں۔

مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے) کی تاریخ: دوہزار گیارہ کے تمل ناڈو قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے دوران مانیتھنیا مکل کچھی پارٹی نے آل انڈیا انا دراوڑ منیترا کزگم اتحاد میں شمولیت اختیار کی اوراسے موم بتی کے نشان میں مقابلہ کرنے کے لیے تین نشستیں مختص کی گئیں، ڈاکٹر پروفیسر جواہراللہ (ولادت: 1959) نے تمل ناڈو کے اقصی جنوبی اسمبلی حلقے اورسری لنکا سے متصل علاقے اور سابق صدر جمہوریہ اے پی جے ڈاکٹر عبدالکلام صاحب مرحوم کے آبائی ضلع اورعلاقے رامناتھ پورم ضلع کے رامناتھ پورم اسمبلی حلقے سے کامیابی حاصل کی، اس پارٹی کے ایک اورامیدوار اے اسلم باشا (1968 - 21 / جولائی 2020,) نے شمال مشرقی تمل ناڈو کے تروپتھور ضلع کے آمبور اسمبلی حلقے سے کامیابی حاصل کی، دوہزار سولہ کے تامل ناڈو قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے لیے، مانیتھنیا مکل کچھی پارٹی نے دراوڑ منیترا کزگم (DMK) اتحاد میں شمولیت اختیار کی اوراسے مقابلہ کرنے کے لیے چار حلقے مختص کیے گئے اور چاروں حلقوں میں کپ اورطشتری نشان پراس نے الیکشن لڑا، دوہزار اکیس کے تمل ناڈو اسمبلی انتخابات کے دوران، مانیتھنیا مکل کچھی ایک بار پھر ڈی پی اے اتحاد (ڈی ایم کے اور کانگریس کی قیادت والا اتحاد) میں شامل ہوئی اورڈی ایم کے نے اسے دونشستیں پاپناسم ضلع تھنجاور اور مناپرائی ضلع تروچراپلی حلقے الاٹ کیں، پاپناسم میں مانیتھنیا مکل کچی کے صدر ڈاکٹر پروفیسر جواہراللہ صاحب نے قینچی کے نشان کا استعمال کرتے ہوئے مقابلہ کیا، اورمناپرئی میں، پارٹی کے امیدوار عبدالصمد صاحب نے ڈی ایم کے کے نشان چڑھتے سورج کا استعمال کرتے ہوئے الیکشن لڑا اوردونوں کامیاب ہوئے۔

دو ہزار چوبیس میں ایم ایم کے کے امیدواروں کی تعداد: دوہزار چوبیس کے لوک سبھا الیکشن میں انڈیا اتحاد کی طرف سے ایم ڈی ایم کے کا کوئی امیدوار نہیں ہے؛ البتہ مسلم لیگ کا ایک امیدوار ہے، مسلم لیگ کے سیٹنگ ممبر پارلیمینٹ کنی کے نواز (Nawas Kani K) رامناتھ پورم لوک سبھا حلقے سے انڈیا اتحاد کے مشترکہ امیدوار ہیں۔

مانیتھنیا مکل کچی (ایم ایم کے) صدر ڈاکٹر پروفیسر ایم ایچ جواہر اللہ کا مختصر تعارف: ڈاکٹر پروفیسر ایم ایچ جواہر اللہ (پیدائش 1959) ایک ہندوستانی سیاست داں ہیں جو پاپناسم اسمبلی حلقہ ضلع تروچراپلی سے دوہزار اکیس میں تامل ناڈو قانون ساز اسمبلی کے رکن کے طور پرمنتخب ہوئے ہیں اور رامناتھ پورم حلقہ ضلع رامناتھ پورم سے تامل ناڈو قانون ساز اسمبلی کے سابق رکن ہیں، وہ مانیتھنیا مکل کچی پارٹی کی نمائندگی کرتے ہیں، جس کے وہ بانی رکن اورموجودہ صدر ہیں، ڈاکٹر پروفیسر جواہراللہ صاحب تمل ناڈو کے ضلع اڈانگڈی تھوکوڈی میں بائیس جولائی انیس سوانسٹھ کو پیدا ہوئے، انہوں نے مدراس یونیورسٹی سے کامرس میں بیچلر کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد انہوں نے انیس سو اسی میں ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (ایم بی اے) کیا، اورسن دوہزار میں فلسفہ میں ماسٹر کیا، انہوں نے اسلامیہ کالج، وانمباڈی میں بطور لیکچرر کام کیا، دوہزار آٹھ میں، انہیں مدراس یونیورسٹی نے اسلامی بینکوں میں خدمات کے معیار کی کارکردگی اور تشخیص اسلامی بینک ملائیشیا کے خصوصی حوالے سے ایک مطالعہ پرمقالہ کے لیے پی ایچ ڈی سے نوازا تھا۔

پروفیسر جواہر اللہ کی سرگرمیاں اور خدمات: پروفیسر جواہراللہ ہندوستان میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے حقوق کے لیے لڑتے رہے ہیں، انہوں نے مثبت ترقی کے لیے ہندوستان کے تمام مسلم گروپوں کے درمیان ہم آہنگی کا مطالبہ کیا، ان کی تمل ناڈو مسلم منیترا اکزاگھم (TMMK) تنظیم نے دسمبر دوہزار چار میں تمل ناڈو کے ساحل پرسونامی آنے کے بعد سینکڑوں رضا کاروں کو بچاؤ کے کاموں میں مدد کے لیے متحرک کیا اورانہوں دو ہزار سات میں مسلمانوں کے لیے ریزرویشن اورسرکاری ملازمتوں کومحفوظ بنانے کے لیے ہوئے مذاکرات کے دوران ایک اہم کردارادا کیا، ان کی تعریف سابق وزیراعلی تمل ناڈو آنجہانی ایم کرونا ندھی نے بھی کی ہے اور ہنگامی حالات میں اپنی تنظیم سے خون کے عطیہ دہندگان کی سب سے زیادہ تعداد کوراغب کرنے پرایک ایوارڈ بھی جیتا ہے، ان کی پارٹی تمل ناڈو میں ایک سواڑتالیس مفت ایمبولینس چلاتی ہے، ان کے علاوہ اوربھی پروفیسر جواہراللہ صاحب کی خدمات ہیں۔

تمل ناڈو کے مسلمانوں کی دانائی: تمل ناڈو میں مسلمانوں کی تعداد صرف پانچ اعشاریہ چھیاسی (5.86) فیصد ہے، مگر وہاں کے مسلمانوں نے اعتدال سے کام لیتے ہوئے اپنی سیاسی ساکھ کو برقرار رکھا ہے، وہاں کے مسلم تجار اور مالدار حضرات نے خود کو دین سے جوڑے رکھا ہے، انہوں نے اپنے مال کا ایک بڑا حصہ قوم وملت کی خدمت کے لیے وقف کررکھا ہے، تجارت اورخدمت قوم وملت ہی ان کی ترقی کا راز ہے، تجارت کے بغیر مال حاصل نہیں ہوتا اور مال کے بغیر خدمت نہیں ہوتی اور مال کے صحیح استعمال اورخدمت کے صحیح طریقے کے شعور کے لیے دین کی محبت اور علمائے دین سے تعلق ضروری ہے۔

مکل نیدھی میئم (ایم این ایم) (سینٹر فار پیپلز جسٹس): ریاست تامل ناڈو اور مرکز کے زیرانتظام علاقے پانڈیچیری کی ایک ہندوستانی علاقائی سیاسی جماعت ہے، اس پارٹی کی بنیاد مشہور فلم اداکار کمل ہاسن نے اکیس فروری دوہزار اٹھارہ کومدورائی میں رکھی تھی، انہوں نے پارٹی پرچم کی نقاب کشائی بھی کی، اس کے جھنڈے میں چھ باہم جڑے ہوئے ہاتھوں کی علامت ہے، جس کا مطلب ہندوستان کی پانچ جنوبی ریاستوں کیرالہ، تمل ناڈو، کرناٹک، آندھرا پردیش اور تلنگانہ اورایک مرکزی علاقے پانڈیچیری کے درمیان تعاون کی نمائندگی کرنا ہے، ان کا انتخابی نشان بیٹری ٹارچ لائٹ ہے، اس پارٹی کا نہ کوئی ممبر پارلیامنٹ ہے اورنہ کوئی ممبر اسمبلی اور نہ ہی دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا الیکشن میں اس کا کوئی امیدوار ہے (جاری)

Scanned with CamScanner

تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لیے عملی اقدام کی ضرورت

مولانا میرزاهد قاسمی مکھیالوی

نظام تعلیم اور نظام تربیت دینی مدرسوں کے دو ایسے بنیادی عنصر ہیں جن کو معیاری اور مستحکم بنانے کے لیے جلسوں، میٹنگوں اور منصوبوں سے زیادہ ضروری عملی اقدامات ہیں، مدارس عربیہ کے مہتمم و ذمہ دار حضرات کا مزاج عموماً یہ بن چکا ہے کہ مدرسہ کے ظاہری وجود (تعمیرات) بڑھانے اور حصولِ مالیات پر ان کی توجہ زیادہ رہتی ہے، مدرسہ کے تعلیمی نظام و معیار پر دوسرے نمبر پر ہوتی ہے اور تربیتی ماحول سازی اور اس کے لیے عملی کوششوں یا اساتذۂ کرام سے طلبہ کی تربیت کے موضوع پر گفتگو یا مشاورت کا کبھی نمبر نہیں آتا اور یہ شعبہ ہمیشہ بے توجہی کا شکار رہتے ہوئے تعلیمی سال پورا ہو جاتا ہے، اس کا منفی اثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ طلبہ کا نہ تو نمازوں کا مزاج بنتا ہے، نہ اخلاق و کردار قابل اطمینان ہوتے ہیں اور نہ وضع قطع پورے طور پر شریعت و سنت کے مطابق ہو پاتی۔ تربیت سے کورے ایسے طلبہ معاشرہ میں کیا اثرات چھوڑتے ہیں، ہر ذی شعور آدمی اس کا نہ صرف اندازہ لگا سکتا ہے؛ بلکہ تربیتی ماحول سے عاری مدرسوں کے ایسے غیر تربیت یافتہ طلبہ کا بخوبی مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس وقت ہماری ان معروضات کا اصل مقصد اپنے ہم مشرب اہل مدارس کو تعلیم و تربیت کے معیار اور استحکام کے لیے عملی اقدامات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اگر واقعی ہم مخلصانہ طور پر ادارہ چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں درجِ ذیل اُمور کو سنجیدگی سے اپنانا ہوگا۔

(۱) لائق اور باصلاحیت مدرسین کا انتخاب کریں، گرانی کے مدنظر اچھی مناسب تنخواہ ان کے لیے تجویز کریں۔ نیز کوشش کریں کہ اس کے لیے فیملی کواٹر (رہائشی مکانات) کا نظم بھی مدرسہ کی جانب سے ہو جائے، یقیناً اس کا فائدہ ادارہ کو ہوگا۔

(۲) ہفتہ میں نہیں تو پندرہ روز میں ضرور اپنے مدرسین کو بیٹھا کر کتاب ''مثالی استاذ'' میں سے کچھ مضمون سنائیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق مذاکرہ کریں۔

(۳) ہر ماہ تعلیمی جائزہ کا نظام بنائیں، عربی درجات نہ ہوں تو حفظ و ناظرہ اور تجوید وغیرہ کے درجات میں آپ خود یا اپنے معتمد سے تعلیمی تحریری جانچ کرائیں جانچ کا پرچہ اس طرح مرتب ہو کہ ہر بچہ کی ہر ماہ کی تعلیمی کیفیت اور ایام حاضری محفوظ ہو جائیں؛ تاکہ اگلے ماہ جائزہ میں فرق سامنے آ جائے، کمزوری بدستور رہنے کی صورت میں استاذ سے کیفیت دریافت کریں۔

(۴) عربی درجات اگر قائم ہیں تو ماہانہ اور سالانہ نصاب تعلیم کی مقدار ضرور متعین فرمائیں، نیز ہر ماہ مدرسین سے ہر کتاب کی مقدار خواندگی لکھ کر اپنے پاس جمع کریں؛ تاکہ ہر مہینہ کی تدریسی مقدار سامنے رہے۔

(۵) ایک ادارہ کے ذمہ دار و مہتمم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک گھنٹہ تدریس کے لیے ضرور رکھیں؛ تاکہ اپنے اسلاف و اکابر کی پاکیزہ روایت کی اتباع کے ساتھ اپنا ذاتی نفع بھی ہو، اگر فارسی و عربی کی جماعتیں نہ ہوں تو شعبۂ تحفیظ القرآن کے بچوں کا اُردو نصاب وغیرہ کا ہی گھنٹہ اپنے لیے لازم کر لیں۔

(۶) تعلیمی اُمور سے متعلق اگر کوئی مدرس مشورہ پیش کرے تو اس کو یکسر نظر انداز نہ کریں؛ بلکہ اس کو سنجیدگی سے سن کر ادارہ کے مفاد میں مناسب اقدام کریں۔

(۷) ششماہی و سالانہ امتحان کا انعقاد باقاعدگی کے ساتھ ہو عجلت اور خانہ پُری کے پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے فراغت و اطمینان کے ساتھ تقریری و تحریری امتحان کا نظم کیا جائے۔ اچھے باذوق مدرسین کو مدعو کریں اور بہ وقت امتحان ان سے واضح طور پر بتا دیں کہ امتحان کا رسمی تاثر نہ لکھ کر طلبہ کی انفرادی یا اجتماعی خامی، کمزوری کی نشاندہی کریں؛ تاکہ اس کے ازالہ کی مثبت کوشش بآسانی اساتذۂ کرام انجام دے سکیں۔ نیز ممتحن حضرات کی نشان زدہ خامیوں اور غلطیوں پر کبیدہ خاطر نہ ہوں؛ بلکہ خوش دلی کے ساتھ ان کو قبول کریں اور مہمان ممتحن حضرات کو اپنا خیر خواہ و محسن تصور کرتے ہوئے اپنے ادارہ میں انھیں بلانے کا سلسلہ متواتر جاری رکھیں۔ خامیاں سامنے آنے پر مدرسین کو اصلاح کا موقع دیں، ان سے بدظن نہ ہوں اور نہ ان کو معزول کرنے کا خیال کریں۔

(۸) طلبہ کی تعطیل پر قابو پانے کے لیے مناسب ضابطہ تجویز کرنا ضروری خیال کریں، علاقائی طلبہ کے لیے بھی اور دوسرے صوبوں و اضلاع کے طلبہ کے لیے بھی ان کے حسب حال غور و فکر کے بعد ایسا اُصول بن جائے کہ طلبہ چھٹیاں کم لیں اور اپنے اوقات کی پابندی کریں۔

(۹) موبائل کے تعلق سے چشم پوشی قطعاً نہ کی جائے، خاص طور پر چپ والا موبائل اگر کسی طالب علم کے پاس سے برآمد ہو، اس کو منع کریں اور نہ ماننے کی صورت میں اس کو ادارہ میں ہرگز نہ رکھیں۔ گاہ بگاہ طلبہ کی نگرانی کے لیے چند اساتذہ کو مقرر کر دیں؛ تاکہ چند فاسد مزاج طلبہ کی وجہ سے پورے مدرسہ کا تعلیمی ماحول متاثر نہ ہو۔

(۱۰) مدرسہ کے منتظم و مہتمم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا زیادہ وقت مدرسہ میں گذرے شدید تقاضے ہی میں سفر ہو، بعض مدرسوں کے ذمہ دار حضرات کئی کئی ماہ چندہ کے لیے سفر میں رہتے ہیں، حتیٰ کہ بعض حضرات تو ششماہی یا سالانہ امتحان میں بھی موجود نہیں رہ پاتے، اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ تعلیم چوپٹ ہو جاتی ہے۔

(۱۱) ایک ادارہ کے سربراہ و ذمہ دار کے لیے جس طرح ادارہ کے تعلیمی و انتظامی اُمور میں سرپرست حضرات سے مشاورت لازم ہے، اسی طرح اپنی نگرانی و اصلاحِ نفس کے لیے بھی اپنا بڑا کسی کو مقرر کرنا ضروری ہے۔ صلحاء و مشائخ، مرشدین کاملین ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں، مہتمم صاحب جب اپنی اصلاحی وابستگی کسی بزرگ سے رکھیں گے تو عملہ کے افراد پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

(۱۲) تعلیمی سال کے آغاز میں اگر ہو سکے تو اپنے ادارہ میں زیر تعلیم بچوں کے سرپرست حضرات کی ایک میٹنگ ضرور منعقد ہو جائے۔ اس میں تعلیمی امور سے متعلق چند ضروری باتیں سرپرستوں سے زبانی ہو کہ بچہ کی تعلیم میں اہل خانہ مزید اعانت کس طرح کریں، گھر جانے پر بچہ کی نگرانی، خرچ کے لیے زیادہ رقم اس کے ہاتھ میں نہ دینا، غلط مصاحبت سے بچہ کو کیسے بچایا جائے وغیرہ ان باتوں کو تحریری طور پر مرتب کر کے سرپرستوں کے حوالہ بھی کر دیں؛ تاکہ وہ ان کو سامنے رکھیں اور مدرسین کی کوششوں کے ساتھ اہل خانہ بھی بچہ کی اخلاقیات سنوارنے میں معاون ثابت ہو سکیں۔

(۱۳) مہتمم و ذمہ دار حضرات اکثر نمازیں اپنے ادارہ کی مسجد میں ادا کرنے کا التزام کریں؛ تاکہ طلبہ کی نمازوں کے تعلق سے صحیح صورت حال سامنے آتی رہے۔ ذمہ دار کی موجودگی یقیناً مدرسین و ملازمین کو فکر مند رکھتی ہے اور کام صحیح ہوتا رہتا ہے۔

اس تفصیل کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مہتمم و ناظم بحیثیت اہتمام و انتظام اپنی توجہ مدرسہ کے تعلیمی و داخلی اُمور پر متواتر رکھیں، طلبہ و مدرسین کے متعلق جو معروضات پیش کی گئیں ان کو عمل میں لائیں۔ تو ان شاء اللہ تعلیم و تربیت میں بہتری آئے گی اور رفتہ رفتہ تعلیمی معیار میں ترقی کے آثار شروع ہوں گے۔ تعطیل اور موبائل فون کے تعلق سے یا ہر ماہ تعلیمی جانچ کی وجہ سے ہو سکتا ہے کچھ طلبہ مدرسہ سے چلے جائیں اس سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، ہماری نظر کمیّت کے بجائے کیفیت پر رہے، طلبہ سو کی بجائے پچاس رہ جائیں؛ لیکن مال فریش اور صاف ستھرا تیار ہو، اس سے مدرسہ کا معیار بڑھے گا۔ رہا مسئلہ چندہ کا کہ طلبہ کی تعداد کم ہونے سے چندہ کم ہوگا، ایسا بھی نہیں؛ بلکہ کام کی قدر کرنے والے اللہ کے نیک بندے ضرور متوجہ ہوں گے۔ مدرسہ چلانے اور اس کے معیارِ تعلیم و تربیت کو اچھا بنانے کے لیے ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے کا سلسلہ شروع کریں، متقدمین حضرات تابعین و صحابہ ؟ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پیارے معلم و مربی محسن انسانیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معلّمی کے پاکیزہ دور کو اسوہ بنانے کی فکر کریں اور ہمارے مدارس کی جڑیں ہمیشہ صفۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط و مستحکم رہیں دراصل یہی ہمارا اوّلین مقصد ہے اور اسی میں فلاحِ دارین مضمر ہے۔

تاریخ کو مسخ کرنے کی نئی کوشش

2014 کے بعد سے ہندوستان میں سب کچھ الٹ پلٹ گیا ہے۔ ایک طرف چین ہمارا جغرافیہ بدلنے کی کوشش کر رہا ہے تو ہم از خود تاریخ بدلنے کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ گزشتہ سال بسنت پنچمی کے موقع پر ہم نے اپنے طلبا کو جدید ہندوستان کی نئی تاریخ پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ہندوستان کی 'صحیح اور درست' تاریخ پڑھانے کیلئے انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ (آئی سی ایچ آر) اور آر ایس ایس سے وابستہ 'اکھل بھارتیہ اتیہاس سنکلن یوجنا کے اشتراک سے تاریخ کی 75 نئی کتابیں شائع کی گئی تھیں۔ پھر نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ یا این سی ای آر ٹی نے اپنی 12 ویں جماعت کی تاریخ کی نصابی کتاب سے گاندھی کا قتل اور گوڈسے کے کردار نیز ہندو۔ مسلم اتحاد کے تعلق سے کئی ابواب ہٹا دیے تاکہ فتنہ و فساد اور قتل و خون کے واقعات پڑھ کر ہمارے طلبا میں 'تشدد' کا رجحان نہ پیدا ہو۔ ان سب مشقوں کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے، اس کی بابت ابھی کوئی خبر نہیں آئی ہے لیکن ایک نیا انکشاف یہ سامنے آیا ہے کہ اب ہندوستان کی 'قدیم تاریخ' کو بھی مشق ستم بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ آثار قدیمہ سے متعلق مختلف حالات، کیفیت اور کمیت کا از سر نو تعین کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کام کی ذمہ داری بھی نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (این سی ای آر ٹی) نے رضا کارانہ طور پر اٹھائی ہے۔

این سی ای آر ٹی نے نئے تعلیمی سال سے 12 ویں جماعت کی تاریخ کی کتاب میں بڑی تبدیلی کا اعلان کیا ہے۔ اس تبدیلی کے تحت اب ہڑپا اور موہن جوداڑو کی تہذیب کے آغاز و زوال کا از سر نو مطالعہ ہوگا کیوں کہ آثار قدیمہ سے دستیاب ہونے والے نئے حقائق اور شواہد پرانی تاریخ کی تردید کر رہے ہیں۔ این سی ای آر ٹی کو یہ نئے شواہد ہریانہ کے حصار ضلع میں واقع 'راکھی گڑھی' نام کے ایک گاؤں سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اس گاؤں کے ڈی این اے کی تلاش و تحقیق کے دوران ہونے والے مبینہ انکشافات کی روشنی میں این سی ای آر ٹی نے تاریخ کی نصابی کتابوں میں تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے۔ اب 5 ہزار سال پرانی ہڑپا تہذیب کی تبدیل شدہ تاریخ تعلیمی سال 2024-25 سے این سی ای آر ٹی کی تاریخ کی کتابوں میں پڑھائی جائے گی۔ وادیٔ سندھ کی قدیم ہڑپا تہذیب سے متعلق تصحیح اور حذف کو اس بنیاد پر جائز قرار دیا گیا ہے کہ آثار قدیمہ کے مقامات سے حالیہ شواہد اس باب میں تصحیح کا مطالبہ کرتے ہیں۔

این سی ای آر ٹی نے راکھی گڑھی کے حالیہ ڈی این اے مطالعہ پر تین نئے پیراگراف شامل کیے ہیں جو بنیادی طور پر آریائی ہجرت کے نظریہ کو مسترد کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہڑپا کے لوگ اس خطے کے اصل باشندے تھے۔ راکھی گڑھی میں آثار قدیمہ کی تحقیق سے متعلق نئے پیراگراف میں کہا گیا ہے کہ ہڑپا کی جینیاتی جڑیں 10 ہزار قبل مسیح تک جاتی ہیں۔ ہڑپا کے لوگوں کا ڈی این اے آج تک قائم ہے اور جنوبی ایشیائی آبادی کی اکثریت ان کی اولاد معلوم ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سرحدی علاقوں اور دور دراز علاقوں سے آنے والے لوگ ہندوستانی معاشرے میں شامل ہو گئے تھے۔ کسی بھی مرحلے پر ہندوستانیوں کی جینیاتی تاریخ کو نہ تو روکا گیا اور نہ ہی تسلسل کو توڑا گیا۔ جیسے جیسے ہڑپا ایران اور وسطی ایشیا کی طرف بڑھنے لگے، ان کے جین بھی آہستہ آہستہ ان علاقوں میں پھیل گئے، تاریخ میں اس تبدیلی کے ذریعہ این سی ای آر ٹی طلبا کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ دنیا کا آغاز بھی ہڑپا کی تہذیب سے ہی ہوا تھا اور آج دنیا میں جتنی قومیں ہیں وہ سب جینیاتی طور پر ہڑپا کی اولاد ہیں اور ان کی تہذیب کا ماخذ بھی وہی ہے۔ اس سے قبل قدیم ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں جو نظریات اب تک ہم پڑھتے آ رہے تھے، وہ یہ تھے کہ ہندوستانی تہذیب کا ماخذ مقامی لوگوں میں ہے جو اپنے آپ کو آریائی کہتے تھے اور ویدک لوگوں سے ملتے جلتے تھے۔ اس سے الگ ہٹ کر وسیع تناظر میں یہ حقائق بھی تاریخ کے صفحات پر درج ہیں کہ طوفان نوحؑ کے بعد نئی بننے والی دنیا میں آج جتنی اقوام ہیں وہ حضرت نوحؑ کی تینوں اولادیں سام، حام اور یافث کی ذریات ہیں۔ ہر طرح کے مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر تاریخ داں اس پر متفق بھی ہیں۔ علم البشریات کے ماہرین بھی اب تک اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکے ہیں۔ ایک طرح سے یہ تاریخ کے ثابت شدہ اور مسلمہ حقائق ہیں جن پر پوری دنیا کا اجماع ہے۔

تاریخ بدلنے کی کوشش میں ہندوستان تاریخ کو مسخ کرنے پر ہی اتارو ہو گیا ہے۔ زمین پر انسانی زندگی کا آغاز، پتھر کے دور سے لے کر ترقی کے اس جدید دور تک دنیا کے سفر کی بابت ہندوستان کی بدلتی رائے دنیا سے متصادم ہے اور آنے والے دنوں میں اس کا نتیجہ بہتر نہیں نکلے گا۔ خدشہ یہ بھی ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کو ہڑپا کی اولاد ثابت کرنے کی یہ کوشش کہیں ہندوستان کو علمی دنیا سے کاٹ کر الگ نہ کر دے۔ (اداریہ راشٹریہ سہارا)

Scanned with CamScanner

اُردو زبان و ادب کا سیکولر مزاج

عارف عزیز (بھوپال)

اُردو ہندوستان کے سیکولر مزاج، مشترکہ تہذیب اور اخوت ومحبت کی زبان ہے، جس کی نشو ونما دیگر جدید ہند آریائی زبانوں کے ساتھ ہوئی، اِس کی تشکیل کا عمل تو اُس وقت ہی شروع ہوگیا تھا جب اقبالؔ کے الفاظ میں آب رودِ گنگا کے کنارے قافلے اُترنا شروع ہوئے، بعد میں درۂ خیبر سے آنے والے آریائی اور ایرانی لشکروں نے اِس میں مزید اضافہ کردیا، اُردو صدیوں پر محیط اِسی مشترکہ کلچر کی پیداوار اور ذریعہ اظہار ہے، جس نے مذہبی ولسانی امتیازات سے بلند ہوکر کثرت میں وحدت کے تصور کو پیش کیا، اِس کا مزاج سیکولر، وصف ہمہ رنگی اور کردار ہندوستانی ہے جو رنگ ونسل کی تفریق سے پاک ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی دوسری زبان اردو کی طرح قومی ہم آہنگی کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے، اِس کی ساخت بناوٹ، جملوں کی تشکیل، صرف ونحو کی بیشتر خصوصیات ہندوستانی ہیں، البتہ تذکیر وتانیث اور بیس سے پچیس فیصد اپنا سرمایہ اِس نے عربی وفارسی سے لیا ہے لیکن اِس میں بے شمار الفاظ دیگر زبانوں کے بھی ملیں گے جو ایسے شیر وشکر ہوگئے ہیں کہ اُن کو جدا نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں کے باشندے اور الگ الگ رسم ورواج سے تعلق رکھنے والے اِس زبان کو بولتے، لکھتے اور پڑھتے ہیں، اِس زبان نے کبھی فرقہ پرستی کو نہ راہ دی، نہ قومیت اور قومی یک جہتی کے خلاف جھنڈا اٹھایا، اردو نے اپنا رسم الخط ضرور فارسی سے لیا لیکن ایسی کایا پلٹ کردی کہ اِس کا ایک صفحہ تو کیا ایک پیراگراف بھی کوئی عرب یا ایرانی صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا، اُردو کی بنیادی لفظیات سب کی سب وہی ہیں جو ہندی کی ہیں یعنی اردو کا پچھتر فیصد سرمایہ دیسی ہے جو ہندوستان کی جڑوں سے آیا ہے۔ اِسی لئے یہ صدیوں سے مختلف مذہبوں، ملتوں، فرقوں اور برادریوں میں پُل کا کام کررہی ہے۔

ہر زبان ترسیلی ہوتی ہے جو اپنی ذات سے اچھی یا بری نہیں ہوتی، یہ اُس کے استعمال کرنے والوں پر منحصر ہے کہ وہ زبان کے ہتھیار سے دلوں کے جوڑنے کا کام کرتے ہیں یا توڑنے کا، اردو کی صدیوں پر مشتمل روایت میل جول، بھائی چارہ اتحاد اور سیکولر مزاج کی رہی ہے۔ تعصب وتنگ نظری کی نہیں، اِس زبان کا پیغام محبت، آشتی اور انسانیت کا رہا ہے، یہ وہی پیغام ہے جو سنت کبیر، گرونانک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دیگر صوفی وسنتوں نے دیا ہے اور جس نے پورے برصغیر میں بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جوڑ کر ایسا ہندوستان بنایا، جس کی مثال تاریخ میں اس سے پہلے، نہ بعد میں نظر آتی ہے، اِس کا نام بھی گلستان وبوستاں کے وزن پر ہندوستان قرار پایا ہے۔

ایسی زبان جس کے ضمیر سے ہندوستان کی مٹی کی خوشبو آتی ہو، کسی ایک طبقہ یا علاقہ کی زبان کیسے ہوسکتی ہے، اِس کا تاریخی عمل گواہی دیتا ہے کہ اردو ایک زبان نہیں، ایک ثقافت، ایک تہذیب، ایک طرزِ زندگی کا نام ہے جو ملک کے مختلف طبقوں اور گروہوں کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے، پروفیسر تاراچند رستوگی نے اردو کے اِس بین قومی کردار اور سیکولر مزاج کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے

''مسلم ذہن، ہندوانہ رنگ وروپ قبول کرنے لگا اور اُس نے فارسی وترکی کی جگہ مقامی زبانوں کو سیکھا اور استعمال کرنا شروع کیا، ہندوؤں نے عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کو مقامی محاوروں میں جگہ دی، اِس لین دین کا منافع ہماری تہذیب کے خزانے میں اردو زبان کی شکل میں شامل ہوا۔''

اردو زبان کا یہ بھی قابل غور پہلو ہے کہ وہ کشمیر سے کنیا کماری اور بنگال سے پنجاب تک رابطہ کی زبان کے بطور بولی اور سمجھی جاتی ہے اور پچھتر فیصد ہندوستانیوں کے دلوں کی دھڑکن بنی ہوئی ہے، حالانکہ بجز کشمیر اِس کی کوئی ریاست نہیں، پھر بھی ہر ریاست میں کم وبیش استعمال ہوتی ہے، دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں اِس کا شمار تیسرے نمبر پر ہوتا ہے، یہ دنیا کے ساٹھ ملین سے زیادہ لوگوں کی مادری زبان ہے، یعنی دنیا کی آبادی میں ۷ء۴ فیصد انسان اِس زبان کو بولتے ہیں، جنوبی ایشیاء کے متعدد ممالک ایسے ہیں جہاں اردو زبان بولنے والوں کی خاصی تعداد ہے، جس میں بنگلہ دیش، نیپال اور افغانستان شامل ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں بھی اِس زبان کا سکہ چل رہا ہے۔ اِس کو اردو کہہ لیں یا ہندوتانی یا اِس پر ہندی کا لیبل چسپاں کردیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہی وہ واحد زبان ہے جس نے ہندوستانیوں میں سیاسی شعور پیدا کیا اور جدو جہد آزادی میں پیش رو کی حیثیت سے حصہ لیا، اس زبان نے قوم کو جو 'ترانہ ہندی' دیا ہے، وہ آج بھی سلوگن کے طور پر گلی کوچوں میں، جلسے، جلوسوں میں، کالجوں اور اسکولوں میں گایا جاتا ہے، اِس زبان میں رام اور کرشن کے گیت بھی ہیں اور گرونانک کا پیغام بھی ہے، اس زبان میں جذب کرنے کا رجحان اِس قدر ہے کہ اُس نے ملکی اور غیر ملکی زبانوں کے بے شمار الفاظ کو جوں کا قبول کرلیا یا اپنے مزاج کے مطابق ڈھال لیا ہے، اِس کی صوتیات میں اِتنی گنجائش ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے الفاظ کو بآسانی جذب کرلیتی ہے لیکن اپنی انفرادیت پر حرف آنے نہیں دیتی ہے، بالکل اُسی طرح جیسے کہ ہندوستانی تہذیب نے مختلف فاتح قوموں کے تہذیبی اثرات قبول کرنے کے باوجود اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔

اردو زبان وادب کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نثر ہو یا نظم اردو کا سیکولر مزاج ہر جگہ جھلکتا ہے، بنیادی طور پر اِس کی لسانی خصوصیات ہندوستانی ہیں، اُس نے عرب وعجم سے تعلق رکھنے والی اصناف اور موضوعات کو بھی ہندوستانی رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر صنفِ مرثیہ کے تمام تر موضوعات واقعات کربلا سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اِن کو ہندوستانی رنگ وآہنگ دیکر نظم کیا گیا ہے اور اِس صنف کے ارتقا میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم شعراء کا بھی نا قابلِ فراموش حصہ ہے، اردو میں ہر مذہب کی کتابیں اور تراجم کثرت سے موجود ہیں خاص طور پر اسلام اور ہندو مذہب کا تو کثیر لٹریچر جمع ہوگیا ہے، اسی طرح ہندو مذہب کی عظیم کتابیں رامائن، مہابھارت اور گیتا کے سیکڑوں تراجم موجود ہیں، صرف رامائن کے بارے میں دعویٰ ہے کہ اُس کے کم وبیش تین سو ترجمے اُردو زبان میں ہوئے ہیں، نثر میں اور نظم میں بھی، اِسی طرح مہابھارت کے کافی ترجمے موجود ہیں اور اٹھارہ کے قریب گیتا کے ترجمے ہیں، ڈاکٹر محمد انصار اللہ کی تحقیق کے مطابق چھوٹی بڑی تین ہزار کتابیں ہندو مذہب و فلسفہ کے بارے میں اردو میں لکھی گئیں، جن میں وید، اُپنشد اور دیگر مذہبی کتب شامل ہیں، اسی طرح اردو کے سماجی وثقافتی ورثے میں وہ گیت بھی شامل ہیں جو مختلف تقریبات میں تہوار، بچوں کی پیدائش اور شادی بیاہ کے موقع پر گائے جاتے ہیں، اردو غزل تو روزمرہ کی زندگی کا وہ حصہ بن گئی ہے جو مشاعروں میں خوب اپنا رنگ جماتی ہے۔ حالانکہ ہندو تہذیب 'کربلا' کے المیہ سے نا آشنا ہے لیکن اُس کے شعراء نے شہادتِ حسینؓ کی ایسی مصوری کی ہے کہ مرثیے کاغذ پر نہیں دل پر رقم کئے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، خالص ہندوستانی رنگ اور طریقۂ اظہار کا نمونہ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

بانوئے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ، بچوں سے گودی بھری رہے

یہ دعاء ایک ہندوستانی عورت کی زبان سے ہی نکل سکتی ہے، صندل سے مانگ بھرنے کا رواج عربوں میں نہیں ہے، اِسی طرح اردو غزل اور قصیدے میں فارسی وعربی تراکیب وتلمیحات کے ساتھ ساتھ ہندوستانی تشبیہات وتلمیحات کا کثرت سے استعمال ہوا ہے، لیلیٰ ومجنوں یا شیریں وفرہاد کی جگہ ہیرو رانجھا اور ارجُن کی بان کو شاعروں نے سلیقہ کے ساتھ نظم کیا ہے۔

اِسی سے اندازہ ہوتا ہے اُردو زبان کی تشکیل وترقی میں سبھی قوموں کا مساوی حصہ ہے، اس زبان میں جہاں قرآن کریم کے تراجم ہوئے، وہیں رامائن اور مہابھارت کو بھی اردو کا قالب پہنایا گیا اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ یہ کارنامہ مسلم شعراء نے انجام دیا ہے۔

ہندوستان میں انگریز آئے تو اُنہیں بھی اردو پسند آئی، کیونکہ عام بول چال کی زبان یہی تھی، لہٰذا اِس کو رابطہ کی زبان کے طور پر انہوں نے منتخب کرکے 'ہندوستانی' نام دے دیا، اِس کی ترویج وترقی کے لئے فورٹ ولیم کالج قائم کیا، دوسری طرف آریہ سماج اور برہمن سماج جیسے نئے مذہبی رجحانات کا اظہار بھی اردو میں ہوتا رہا، غرضیکہ ہر عقیدت اور مذہب کے ماننے والوں کا اردو کے ساتھ رشتہ استوار رہا۔ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، کسی مکتب خیال کے اظہار پر اردو کے دروازے بند نہیں ہوئے۔

اِس کے باوجود اگر اردو ادب کے محاورات واستعارات پر اسلام کا اثر زیادہ نظر آتا ہے تو یہ ویسا ہی ہے، جیسے انگریزی ادب پر مسیحیت کا غلبہ ہے، پھر یہ محاورات واستعارات ایک مشترکہ کلچر کے نشو نما اور طویل وقدیم ارتقا کے نشانات واشارات بھی ہیں اور اردو کے سیکولر مزاج وکردار کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ یہاں غیر مسلم ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کے بجائے معروف مسلم اہل قلم کا حوالہ مناسب ہوگا، جنہوں نے اُردو زبان وادب کے سیکولر مزاج کے فروغ میں اپنے قلم کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ میرتقی میرؔ کا شعر ہے۔

میرؔ کے دین و مذہب کو اب پوچھتے ہو کیا، اُن نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترکِ اسلام کیا

جبکہ غالبؔ کہتے ہیں۔

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

اقبالؔ یاددلاتے ہیں۔

اے آب رودِ گنگا، وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے، جب کارواں ہمارا

سچائی یہ ہے کہ میرؔ نے کبھی نہ قشقا کھینچا، نہ وہ دیر میں بیٹھے، نہ انہوں نے اسلام ترک کیا، اِس حقیقت کے باوجود قشقہ اور دیر کی علامات انہوں نے محض رواداری کے طور پر استعمال کرکے اردو کے سیکولر مزاج کا اظہار کیا ہے۔ غالبؔ کے شعر میں بھی ترک رسوم کی وضاحت کے لئے ملتوں کے مٹ جانے کا استعارہ اُن کی وسعتِ قلبی کا ثبوت ہے۔ اِسی طرح اقبالؔ کے ترانہ ہندی کا مذکورہ شعر اُن کی وطن دوستی کا سراغ دیتا ہے۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جو اُردو کے سیکولر مزاج وکردار کا ثبوت بہم پہنچاتی ہیں۔

بحیثیت مجموعی اردو زبان وادب میں بہتے سمندر کی لہروں جیسی وسعت ہے، دھیمی دھیمی، حیات بخش اور روح پرور غزل کا تہذیبی مزاج اور غنائیت تو شاید ہی کسی دوسری زبان کے ادب میں ملیں گے۔ اِسی سے متاثر ہوکر شاعر نے کہا ہے۔

وہ کرے بات تو ہر لفظ سے خوشبو آئے
ایسی بولی وہی بولے جسے اُردو آئے

آزادئ فکر ونظر اور آزادی رائے (Freedom Of Expressions)

مولانا و ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی

اسلام نے فکر ونظر کی آزادی کے ساتھ ہمیشہ آزادئ رائے کا احترام کیا ہے اور ہر کس و ناکس کو اپنی بات رکھنے کا فطری حق دیا ہے۔ عہدِ نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد سے لے کر، عہدِ بنی امیہ اور بنی عباسیہ تک کی پوری اسلامی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ شدت کے ساتھ حریتِ رائے کے تصور کی پرورش کی ہے اور اس کو انسانی معاشرے کا لازمی جز بنانے کی سعی کی ہے۔ اسلام نے صرف آزاد مرد وخواتین ہی نہیں؛ بلکہ معاشرہ کے کمزور ترین طبقے کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا ہے۔ غزوۂ احد کا وہ واقعہ جب جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ کفارِ مکہ سے جنگ کے لیے مدینے سے باہر نکلنا مناسب نہیں ہے اور یہیں رہ کر جنگ کی جائے؛ لیکن معقول اسباب کی بنیاد پر چند نوجوان صحابہؓ کی یہ رائے تھی کہ جنگ کے لیے مدینے کی آبادی سے باہر نکلنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر مدینے سے باہر خندق کھودنے کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی عمل نہیں تھا، بلکہ صحابۂ کرامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے باہمی مشورے سے خندق کھودی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جنگی قیدیوں کے قتل اور انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے بارے میں مختلف الرائے تھے۔ اسلام میں فکر ونظر کی آزادی کی ہی دین ہے کہ ایک عام آدمی بھی اپنے خلیفہ کا دست و بازو پکڑ سکتا ہے۔ اور جب ایک قبطی نے حضرت عمرو بن عاصؓ اور ان کے بیٹے کی شکایت دربارِ عمری میں پیش کیا، تو حضرت عمرؓ نے نہ صرف اس غلام کو فوری انصاف دلایا؛ بلکہ ان کی سخت تنبیہ بھی فرمائی اور اس وقت کے حضرت عمرؓ کے ارشادت پر مبنی یہ مفہوم تو ہر کسی کے ذہن میں ہوگا کہ: ''ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہونے والے بچے کو کسی کو غلام بنانے کا حق نہیں'' حضرت عمرؓ کے الفاظ تھے: ''مَتىٰ اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا '' (حوالہ: موسوعة الدفاع عن رسول اللہ جزء۷، ص۶۸۱) اسی قسم کا واقعہ خلیفۂ رابع حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا: ''أَيُّهَا النَّاسُ أَنَّ آدمَ لَمْ يَلِدْ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَ أَنَّ النَّاسَ كُلُّهُمْ أَحْرَارًا ''، ''لوگو! آدم کی کوکھ سے غلام یا باندی نے جنم نہیں لیا، سبھی لوگ آزاد ہیں''۔ (حوالہ: نہج السعادۃ، ج 1)

با اثر افراد کے خلاف اظہارِ رائے کی آزادی: موجودہ دور میں جتنے بھی ذرائع ابلاغ ہیں، ان سب پر چند با اثر افراد یا سیاست دانوں کا کنٹرول ہے۔ آج کل کے اخبارات کارپوریٹ گھرانے (Corporate Houses) نکالتے ہیں، نیوز چینلز (News Channels) پر بھی ان ہی کا مالکانہ کنٹرول ہے۔ جو کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے سمجھوتہ کر کے ان کی تشہیر اور حمایت میں فضا ساز گار کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ مشہور صحافی سنتوش بھارتی کی مانیں، تو ''آج کا میڈیا بکا ہوا ہے۔ اس نے اپنی بولی لگادی ہے'' آج کا میڈیا صرف اسی خبر کی ترسیل وتشہیر کرتا ہے جس سے اس کے مخالف کی شبیہ شکنی (Image Ruining) اور اس کے موافق کی شبیہ سازی (Image Building) ہوتی ہو۔ موجودہ عہد کے صحافی اور رپورٹران مشتبہ خبروں کو منظرِ عام پر لانے سے گھبراتے ہیں، جو با اثر افراد سے تعلق رکھتی ہیں، مشہور صحافی ہرتوش سنگھ بل جو کہ دی کاروان کے پولیٹیکل ایڈیٹر (Political Editor, The Caravan) ہیں کہتے ہیں: ''میں نے اپنے بیس سال کے کیریئر (Carrier) میں وہ حالات نہیں دیکھے جو آج میں دیکھ رہا ہوں، جو دباؤ ہمارے اوپر ڈالا جا رہا ہے سیاسی سطح کا ہو یا کارپوریٹ گھرانوں کی جانب سے وہ انتہائی خطرناک ہے، اور درحقیقت یہ ایک دوسرے سے مربوط ہے، آج کل میڈیا کے مالکانہ حقوق (Media Ownership) پر کوئی روک نہیں ہے، اس کے بڑے بڑے مالکوں کو صحیح اور مصدق خبروں کی اشاعت اور ان کی ترسیل سے کہیں زیادہ دلچسپی میڈیا سے تاجرانہ منافع حاصل کرنے سے ہے اور جیسا کہ ہم سبھی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اس ملک میں حکومت کے بغیر کوئی بڑا کاروبار نہیں پنپ سکتا، اس لئے حکومت کی مداخلت بھی ایک بدیہی امر ہے اور یہ بالواسطہ مداخلت (Indirect Interferance) انتہائی خطرناک ہے، براہ راست سیاسی قوت اتنی اثر انداز نہیں ہوسکتی جتنی یہ کارپوریٹ گھرانوں کے ذریعہ مداخلت ہو رہی ہے'' ان ہی اسباب کی وجہ سے جو سب سے بڑا مسئلہ ہمارے سامنے ہے، وہ یہی ہے کہ آج ہر بڑے میڈیا ہاوز (Media House) میں جو ایڈیٹر ہیں یعنی وہ شخص جو نیوز روم (News Room) کو کنٹرول کرتا ہے وہ صحافی نہیں بلکہ وہ کارپوریٹ (Corporate) کی دنیا کا نمائندہ ہے، اس وجہ سے اس نظام کو میڈیا سوچنا ہی غلط ہے، یہ درحقیقت کارپوریٹ ہاوزیز (Corporate Houses) کی زبان ہے، اسی کے مفادات کو آگے بڑھاتے ہیں، انھی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں تبھی آپ دیکھیں گے حال کے گزشتہ دس پندرہ سالوں میں جتنی بھی بڑی خبریں یا انکشافات سامنے آئے ہیں وہ چھوٹے میڈیا کے ذریعہ ہی وجود میں آئے ہیں، صورت حال یہ ہے کہ بڑے میڈیا ہاوزیز چھوٹی اسٹوری اور چھوٹے میڈیا ہاوزیز بڑی اسٹوری پیش کرتے ہیں، وجہ صاف ہے کہ ان پر کارپوریٹ کا دباؤ نہیں ہے، یہ اس سے آزاد ہیں، آزادانہ کام کرتے ہیں، اس لئے ہمیں ان چھوٹے میڈیا ہاوزیز کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔ کارپوریٹ مفادات کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے اور میڈیا پر مالکانہ حقوق پر قوانین کی ضرورت ہے۔ یہ آج کے میڈیا کی صورت حال ہے، جب کہ اسلامی نقطۂ نظر اس سے یکسر مختلف ہے وہ یہ ہے کہ ان خبروں کی اشاعت ''جس سے مفادِ عامہ وابستہ ہو، اور اس سے کسی پر ذاتی تنقید اور کیچڑ اچھالنا مقصود نہ ہو'' کو کسی ملامت اور خوف کی پرواہ کیے بغیر مشتہر کیا جائے۔ وہ اس خبر کی اشاعت میں اس شخص، ادارے، تنظیم، حکومت کے اثر ورسوخ، جنگی ساز وسامان اور طاقت وقوت کو خاطر میں نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''الاَ لاَ يَمْنَعَنَّ رَجُلاً هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَه '' (حوالہ: سنن ترمذی، حدیث نمبر 2195) ''خبردار! جو تم کسی شخص کے اثر ورسوخ کی وجہ سے حق کے اظہار میں تردد سے کام لو۔

سیکولر میڈیا ہاؤس کے قیام کی ضرورت: جب حالات اس حد تک نازک اور حساس ہو چکے ہیں کہ منفی افکار ونظریات انسانی معاشرہ میں مہلک عناصر کی طرح سرایت کر چکے ہیں۔ ایسے میں سیکولر ذہنیت کے حامل افراد پر لازم ہے کہ غفلت کی چادر اتار کر میدانِ عمل میں آئیں، اپنی حصہ داری دکھائیں اور معاشرہ کو تباہ ہونے سے بچائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا، تو یاد رکھیں ہم اپنے آپ کو ہی کبھی معاف نہیں کر پائیں گے، اور اپنی تباہی اور بربادی پر منہ چھپانے اور کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا؛ اس لیے وقت رہتے ہی آنکھیں کھولی جائیں اور سیکولر میڈیا ہاؤز کے قیام پر غور وخوض کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سنجیدہ مسلمانوں کو آگے آنا ہوگا اور اپنے ساتھ اکثریتی طبقہ سے سلیم الفکر برادران وطن کو ساتھ لیکر ایک سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے، اس بات کو آج ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے مسائل کے لیے ہر محاذ پر ایسے اداروں اور افراد کی ضرورت ہے، جس کے ظاہر (Front) سیکولر ہو، جس کے افراد انسانی محبت سے سرشار اور مذہبی ہم آہنگی کے روادار ہوں، اس کے ضمن میں نہ صرف ہمارے مسائل پر ہی گفتگو ہو بلکہ معاشرہ کے ہر مظلوم اور پچھڑے طبقہ کی آواز بنے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں برادرانِ وطن میں سے بھی راست فکر اور مثبت سوچ کے حامل افراد کا انتخاب کر کے ان کو اپنے ساتھ لینا ہوگا اور ہر مسئلہ کو مذہبی رنگ دینے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ ایسا میڈیا ہاؤز قائم کیا جانا زیادہ ضروری ہے، جس میں ہر طبقہ کی نمائندگی ہو، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنے مسائل کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہیں، تو اس سے ایک بڑا طبقہ جو آپ کے ساتھ آسکتا تھا، اس کو آپ نے مشترک اسٹیج (Common Stage) نہ فراہم کرنے کی وجہ سے اپنے سے پہلے ہی مرحلہ پر دور کر دیا ہے، جب کہ وہ آپ کی مدد کے لیے بھی تیار ہے، بس بینر (Banner) ایسا ہونا چاہیے، جو مشترکہ ہو، جس پر ان کے لیے بھی آنا آسان ہو، اس ضمن میں ہمارے مسائل خود بخود عوام کے مسائل بن کر ایک مضبوط آواز کے ساتھ ملک گیر پیمانے پر لوگوں کے سامنے آئیں گے، جس سے رائے عامہ کی ہمواری میں آسانی ہوگی، یعنی کہ اس کا ظاہر ایسا ہوگا، جس سے ہر انسانیت نواز شخص بلاتفریق مذہب وملت جڑ سکتا ہے۔

ہندوستان میں سیکولر ذہنیت کا فروغ ایک اہم ضرورت: ایسے میں سیکولر ذہنیت کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ موجودہ احوال میں ہر کامن اسٹیج پر ہماری نمائندگی ہو، جو بھی مسئلہ عوامی سطح کا ہو، ہمیں وہاں دکھنا ہوگا۔ صرف اپنے مسائل کے لیے نہیں؛ بلکہ ہم معاشرہ کے ہر پچھڑے طبقے کی آواز کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ قدم بقدم ہیں اس تأثر کو عام کیا جائے، یہ ایک اچھی شروعات ہوسکتی ہے، بڑی تبدیلی دیکھنے کو مل سکتی ہے۔ انشاء اللہ! جب ہم برادرانِ وطن کے مسائل میں دلچسپی لیں گے تو وہ لوگ بھی ہماری طرف متوجہ ہوں گے، یہ ایک فطری جذبہ ہے، اور اس جذبہ کا عملی نمونہ ''آؤ ہم تم ساتھ چلیں، ہمارے ساتھ تم چلو تمہارے ساتھ ہم چلیں'' ہونا چاہیے؛ ورنہ صورت حال اس سے کچھ الگ نہ ہوگی، جیسا کہ پسٹر مارٹن (Pastor Martin) نے جنگ عظیم دوم کے لیے کہا تھا: ''پہلے وہ کمیونسٹ کے لیے آئے، میں چپ رہا؛ اس لیے کہ میں کمیونسٹ نہیں تھا۔ پھر وہ سوشلسٹ کے لیے آئے، میں چپ رہا، اس لئے کہ میرا تعلق سوشلسٹ سے نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ ٹریڈ یونینسٹ کے لیے آئے، میں خاموش رہا؛ اس لیے کہ میں ٹریڈ یونینسٹ بھی نہ تھا۔ پھر وہ یہودیوں کے لیے آئے، میں تب بھی خاموش رہا؛ کیوں کہ میں تو یہودی بھی نہ تھا۔ پھر وہ میرے لیے آئے، اور اب وہاں میرے حق میں بولنے والا کوئی نہ بچا تھا''

ہندوستان کے موجودہ احوال میں سیکولرزم کے ساتھ کسی آواز میں کتنی مضبوطی آسکتی ہے، اس کی واضح مثال ابھی حال ہی میں #Not in My name نامی تحریک میں دیکھنے کو ملی کہ وزیر اعظم کو بھی اپنی تین سالہ خاموشی توڑنی پڑی، اس سے کچھ نہیں تو کم سے کم آواز کی اہمیت کا تو اندازہ لگایا ہی جا سکتا ہے، اس سے پہلے وہ اس بیان کی بھی ضرورت محسوس نہیں کر رہے تھے، جس کو اس ملک گیر تحریک کو دبانے اور اس کو روکنے کے لئے ان کو دینا پڑا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ آواز ایک مشترکہ پلیٹ فارم (Platform) سے اٹھی ہوئی آواز تھی۔ ابھی حال ہی میں این ڈی ٹی وی (NDTV News) کے متعلق خبر نشر ہوئی جس کے بعد ملک کے سنجیدہ طبقہ میں ایک عجیب وغریب قسم کی بے چینی واضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی کہ ملک میں کسی درجہ جو میڈیا ہاوز بغیر کسی دباؤ کیساتھ کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کسی خاص فکر اور نظریہ کی ترجمانی سے آزاد ہو کر کام کر رہے ہیں ان کے لئے راہیں تنگ ہوتی چلی جا رہی ہیں، جس کے بعد اس ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا کہ ہمارے پاس اس ملک میں ''جو اس دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کا علمبردار ہے، جہاں سیکولرزم کی حکمرانی ہوتی ہے، یعنی یہاں کی حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ حکومت کسی خاص مذہب کا نمائندہ ہوتی ہے'' اس قسم کے متعدد میڈیا ہاوزیز (Media Houses) کی ضرورت ہے، ان سیکولر آوازوں کی ہمیں ضرورت ہے جس کے ناظرین (viewers) کسی ایک خاص طبقہ سے متعلق نہ ہوں؛ بلکہ معاشرہ کا ہر سلجھا ہوا شخص اس کا دلدادہ ہو، وہ ایک ملک گیر پیمانہ پر کام ہو، تبھی جا کر مسائل کے اصل حل تک ہم لوگ پہنچ سکتے ہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ پلیٹ فارم (platform) مشترک ہو؛ ورنہ حال آج مسلم سیاسی پارٹیوں کا ہے ان کا حال بھی اس سے کچھ الگ نہ ہوگا۔

تقسیم کار کی ضرورت: یہ بات بھی مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے کہ جس طرح کسی ایک ہی فرد سے ہر کام کی توقع نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کوئی ایک ہی فرد ہر کام کو انجام دے سکتا ہے، اسی طرح ہر ضرورت کی تکمیل کے لیے صرف کسی ایک سے امید لگانا ایک غیر معقول بات ہوگی؛ بلکہ اس کے لیے تقسیم کار بے حد ضروری ہے۔ ہمیں کچھ ایسے اداروں کی ضرورت ہے، جو ہمیں را میٹیریل (Raw Material) مہیا کریں گے، یعنی ایسے راست فکر فضلاء جوان اسالیب سے واقف ہوں اور جن کے اندر یہ لیاقت اور صلاحیت ہو کہ مثبت انداز فکر کے ساتھ اسلام کی صحیح تصویر پیش کر سکیں اور اسلام کے انسانیت نوازی کے پیغام کو عام کریں، کیوں کہ ہر میدان میں اپنی بات پیش کرنے کا انداز اور اسلوب جدا گانہ ہوتا ہے، ہر اسٹیج کے اصول وضوابط مختلف ہوا کرتے ہیں، ہر جگہ کا ایک ہی لب ولہجہ اور اندازِ تکلم نہیں ہوا کرتا؛ لیکن اس کے باوجود عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر ہمارے طبقہ سے کسی کو میڈیا کے سامنے بھی اپنی بات رکھنے کا موقع ملتا بھی ہو، تو وہ ان اسالیب سے ناواقفیت اور مشق نہ ہونے کے سبب جس انداز سے نمائندگی کی ان حضرات سے توقع کی جاتی ہے وہ اس کو انجام نہیں دے پاتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس مسئلہ کی وضاحت درکار تھی، اس میں مزید غلط فہمی اور کامپلیکیشن (Complication) پیدا ہو جاتی ہے، اور کسی نہ کسی درجہ میں شبیہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ میری نظر میں صرف اور صرف ممارست اور مشق کا نہ ہونا ہے، یہی حضرات جب مائک پر آتے ہیں اور اسٹیجوں کی زینت بنتے ہیں تو خوب اچھے انداز میں نمائندگی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، الحمد للہ!

اسی کے ساتھ کچھ ایسے اداروں کی بھی ہمیں ضرورت ہے، جو اس کو استعمال میں لاسکیں، اور صحیح سمت میں ان کے لیے اسٹیج فراہم (Provide) کریں، یہ ادارے ان کی قدر شناسی کریں۔ ان کی مہارت اور صلاحیت واستعداد سے معاشرے کو روشناس کرائیں، ان کے کام اور تحقیقات کو موثر طریقے سے معاشرے تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے؛ بلکہ نئی نسل میں ان ہی کاموں میں آگے بڑھنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور یہ دونوں پہلو انتہائی اہم ہیں۔ ناقدری کے باعث پہلا طبقہ شکستہ خاطر ہو جاتا ہے اور نئی نسل صحیح معنی میں تعمیری کام میں اپنا حصہ ڈالنے سے گریزاں ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ مشترکہ کوششیں ہیں، کسی پر تنقید کرنا مسئلہ کا حل بالکل نہیں۔ اس لئے اب اگر ضرورت ہے، تو ایک منظم کوشش کی اور اس کے لیے با قاعدہ لائحہ عمل کی۔

Scanned with CamScanner

ووٹ ڈالیے، بدلاؤلائیے، کسی کے بہکاوے میں مت آئیے

مفتی رفیق احمد کولاری ھدوی قادری نظامی

عام انتخابات کا بگل بجتے ہی ہر سیاسی پارٹی کے لیڈران عوام کے درمیان بارش کے مینڈک کی طرح اتر گئے ہیں۔ زور دار وشعلہ بار تقریریں، مگرمچھ کے آنسو، چھوٹے وعدے اور پتہ نہیں کیا کیا سننے میں آرہا ہے۔ ملک کی سب سے قدیم اور بڑی سیاسی پارٹی کانگریس نے اپنا انتخابی منشور جاری کردیا ہے۔ جسے ’’نیائے پتر‘‘ کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ انتخابات میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ انتخابی منشور نہیں، نعرہ چلتا ہے اور سیاسی بیانیہ اثر دکھاتا ہے جو عوام کے دلوں میں اُتر جائے۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انتخابات کے لیے انتخابی منشور ہی سب کچھ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ نہ تو ریلیاں درکار ہوں نہ ہی بیان بازی، نہ تو لعن طعن ہو نہ ہی الزام تراشی اور کردارکشی کا سہارا لیا جائے۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔ عوام اور ملک کے رائے دہندگان کو چاہیے کہ انتخابات کے وقت پہلے انتخابی منشور کا بنظر غائر مطالعہ کریں۔ اور ہر سیاسی پارٹی کا تقابلی جائزہ لیں کہ کون سی سیاسی پارٹی نے اپنے منشور کے مطابق کام کیا۔ کس نے اپنے وعدے نبھائے۔ کس نے نوجوانوں کو روزگار فراہم کیے۔ کس نے ملک کے اقتصادی حالات کو بہتر بنائے۔

دس سال پہلے ہم نے انتخابات کے وقت یہ نعرہ سنا تھا بی جے پی آئے گی اچھے دن لائے گی۔ پھر جب مودی جی حکومت کی کرسی پر براجمان ہوئے تو انہوں نے بھی عوام کو کئی نعرے دیے تھے۔ ان میں چند یہ ہیں۔ اچھے دن آئیں گے، نوٹ بندی کا مقصد کالا دھن کا خاتمہ، سب کا ساتھ سب کا وکاس، ہر ایک کے اکاؤنٹ میں پندرہ لاکھ، ہر گھر بجلی مفت، ہر غریب کو گھر، ہر نوجوان کو روزگار وغیرہ وغیرہ۔ ان نعروں کا تذکرہ اس لیے نہیں تھا کہ بی جے پی پر تنقید کیا جائیں۔ بلکہ مقصد وہی ہے جو ہم نے اوپر کہا تھا کہ آیا ان دس سالوں میں برسراقتدار پارٹی نے جو وعدے کیے وہ پورے ہوئے یا نہیں۔ نوجوانوں کو روزگار ملے یا نہیں۔ گھر گھر بجلی پہنچی یا نہیں۔ مہنگائی میں اضافہ ہوا یا کمی۔ ان سب کا حساب کرنے کا بہترین وقت ہے۔ ہم اپنا بھی محاسبہ کریں اور ملک کے موجودہ صورتحال کا بھی جائزہ لیں کہ ان دس سالوں میں ملک کا نقشہ بدلا یا بگڑا۔ اگر حقیقت بیانی سے کام لیا جائیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان دس سالوں میں وکاس ہوا یا نہیں معلوم نہیں بلکہ مذہبی فرقہ واریت کا فروغ ہوا۔ مذہبی دہشت گردی دھڑلے سے بڑھنے لگی۔ گئو رکشا کے نام پر سرعام انسان کشی عام ہوئی۔ مندر کے تحفظ کے نام پر مساجد پر کھلے عام حملے ہوئے۔ بھگوان رام کے نام پر سیاسی کھیل کھیلا گیا۔ ان موجودہ صورتحال کے پیش نظر ہم نے اپنے مضمون کو یہ عنوان باندھا کہ ووٹ ڈالیے، بدلاؤلائیے، کسی کے بہکاوے میں مت آئیے۔

ہم بہت دھوکہ کھا چکے ہیں، اب چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی جاگیے اور دوسروں کو بھی جگائیے اگر اس بار خواب خرگوش میں سوگئے تو پھر زندگی بھر اس غفلت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس بار کا الیکشن جہاں جمہوریت اور ملک کے سالمیت کے لیے ضروری ہے۔ اس سے کہیں آپ کے وجود پر جو فرقہ واریت کی تلوار لٹکی ہوئی ہے اسے ٹالنے اور ہٹانے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ حقیقی سیاست دانوں کو پہچانیے اور ووٹ کو رائیگاں مت ہونے دیجیے۔ سیاست کا صحیح مطلب خدمت خلق ہے۔ سیاست کو عوامی خدمت سے عبارت ہونا چاہیے مگر وہ اپنی خدمت (اپنا مفاد اور اقتدار) سے جڑ گئی ہے۔ اتنی خرابیاں اسی لیے آرہی ہیں کہ سیاست داں خود غرض اور مفاد پرست ہو چکے ہیں، نہ انہیں ملک کی جمہوریت کی فکر، نہ انہیں عوام کی ضرورتوں کا خیال۔ مہنگائی آسمان چھو رہی ہے۔ بے روزگاری سے نوجوان پریشان ہے۔ ملک فرقہ وارانہ تشدد سے دوچار ہے۔ ان روح فرسا حالات میں ہمیں چاہیے کہ جمہوریت، آئین ہند اور قومی یکجہتی کو برقرار رکھنے والوں کو ووٹ دے کر حکومت کی باگ دوڑ سپرد کریں۔

فرقہ واریت، مندر مسجد اور ہندو مسلم کی سیاست کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر علاقے میں محبت کی دکان کھولنے والے قائدین کی ضرورت ہے۔ نفرت کا خاتمہ ہو اور محبت، قومی ہم آہنگی، بھائی چارہ اور جمہوریت کی حفاظت کرنے والوں کو ووٹ دیں۔ عوام کے ایشوز پر بات کرنے والوں کو ووٹ دیں۔ ضرور بدلاؤ لانا ہے۔ ورنہ پھر آپ کا وجود بھی باقی رہنا مشکل ہے۔ چھوٹے سیاست دانوں کی چھوٹی تقریروں پر کان نہ دھریں۔ مودی جی نے ملک سے غربت ختم کرتے کرتے ملک کو غربت وافلاس کی اتاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے۔ اچھے دن تو آئے نہیں بلکہ برے دن چل رہے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کرلیجیے کہ اس بار نہیں تو پھر کبھی نہیں۔ لہٰذا ملک کے تمام باشندوں سے ہماری مخلصانہ اپیل ہے کہ اس بار الیکشن سے پہلے آپ ہر سیاسی پارٹی کے منشور کا بغور تجرباتی مطالعہ کریں اور ملک کی سالمیت اور جمہوریت کے پاسبانوں کو ووٹ دیں۔ عوام کے ایشوز پر بات کرنے والوں کو ووٹ دیں۔ ووٹ کا معیار پارٹی کا منشور ہونا چاہیے۔ جو احباب روزگار کی تلاش میں اپنی ریاستوں سے باہر رہتے ہیں ان سے ہماری اپیل ہے کہ الیکشن سے پہلے اپنے اپنے علاقے میں پہنچ کر ووٹر لسٹ جانچیں اور اگر اپنا نام غائب ہے تو ذمہ داروں سے رابطہ کرکے اپنے نام کا اندراج کرائیں اور ایک ووٹ بھی ضائع نہ کریں۔ ووٹ ڈالیے، بدلاؤ لائیے، ملک کی جمہوریت اور قومی یکجہتی کو، برقرار رکھیے۔ خدا ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اعـــلان مفقـــود الخبـــری

معاملہ نمبر ۵۱/۹۴۲/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون)

رانی پروین بنت محمد نسیم راعین مقام پٹھان ٹولی ڈاکخانہ ساسارام ضلع روہتاس۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد آفتاب عالم ولد محمد خسرو مقام نیم کالے خان ڈاکخانہ ساسارام ضلع روہتاس۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون ضلع روہتاس میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۰/ذیقعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۹/مئی ۲۰۲۴ء روز اتوار پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں اس معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۲/۳۱/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ محمد پور مدھیلی، مدھے پورہ)

صبرل خاتون بنت عبدالقیوم مقام گوریا وارڈ نمبر ۱۴، ڈاکخانہ اداکشن گنج ضلع مدھے پورہ۔۔فریق اول

بنام

محمد انتیاز ولد محمد اسلام الدین مقام میرگنج وارڈ نمبر ۱۱، ڈاکخانہ جوڑ گاواں ضلع مدھے پورہ۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً سات سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ فرقانیہ عربیہ محمد پور مدھیلی ضلع مدھے پورہ میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت مورخہ ۶/ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵/مئی ۲۰۲۴ء روز بدھ پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اعـــلان مفقـــود الخبـــری

معاملہ نمبر ۸/۶۷۲/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ واسع پور، دھنباد)

نازنی پروین بنت محمد قیوم انصاری، مقام کتراس بازار، ڈاکخانہ کتراس، ضلع دھنباد۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

غلام رسول پرہ ولد عبدالجبار پرہ، مقام کلکرتھل پارہ مولا، ڈاکخانہ جموانیڈ کشمیر۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ واسع پور، دھنباد میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۶/مئی ۲۰۲۴ء مطابق ۷/ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۵۸/۶۶۲/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ واسع پور، دھنباد)

آرزو خاتون بنت سراج خان، مقام رسول باغ، ڈاکخانہ بھاگا، ضلع دھنباد۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد ثمیر ولد کلیم الدین، مقام ۱۰/۹۲۳ بلاک نمبر ۱، سنگم وہار قریشی پور، تھانہ ہریانہ، ضلع نئی دہلی۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ واسع پور، دھنباد میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۶/مئی ۲۰۲۴ء مطابق ۷/ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

گلوکوما، بینائی کا خطرناک دشمن

فرخ اظہر

دنیا بھر میں سیکڑوں افراد گلوکوما کے مرض کا شکار ہوکر بینائی جیسی نعمت سے محروم ہوجاتے ہیں، مرض کی بروقت تشخیص گلوکوما سے نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔یہ مرض کبھی اپنے ہونے کی خبر ہی نہیں دیتا اور کبھی ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا کرکے رکھ دیتا ہے۔

گلوکوما جسے کالا موتیا کہا جاتا ہے ایسا مرض ہے جو ہر سال ہزاروں افراد کو اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے۔یہ ایک ایسی بیماری جس کو نظر انداز کیا جائے تو خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔گلوکوما کی تشخیص اگر بروقت ہوجائے تو مریض اندھے پن کا شکار ہونے سے بچ سکتا ہے، اگر تاخیر ہوجائے تو پھر مریض اپنی بینائی کھوبیٹھتا ہے۔

گلوکوما کیا ھے؟ دراصل اس بیماری کا تعلق انسانی آنکھ کی بینائی سے ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی بنیادی معلومات رکھنا سب کے لیے ضروری اور لازم ہے۔انسانی آنکھ کے اندر قدرت نے ایک ایسا باریک اور سیال مادہ رکھا ہے جو آنکھ کی باریک سے باریک رگوں میں گردش کرتا ہے، اگر اس میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوجائے تو نتیجے میں گلوکوما جیسی بیماری جنم لیتی ہے۔

گلوکوما کی اقسام : اس کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں اور ہر قسم کا گلوکوما ہر مریض میں مختلف علامات سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کے ہونے کی وجوہات بھی ایک دوسرے مریض سے عموماً مختلف ہوتی ہیں۔

کالا موتیا: اس کو کالا موتیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں آنکھ کی پتلی کا رنگ سیاہ دکھائی دیتا ہے۔

سفید موتیا: اس کو سفید موتیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں آنکھ کی پتلی کا رنگ سفید نظر آتا ہے۔

مختلف علامات: یہ ایسا خاموش مرض ہے کہ کبھی کبھی مریض خود بھی یہ جان نہیں پاتا کہ وہ اس خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔کسی کو یہ بیماری اتنی تکلیف دیتی ہے کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوجاتا ہے۔بہت سے کیسیز ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں اس مرض کی تشخیص ماہر ڈاکٹرز ہی اپنے تجربے اور ٹیسٹ کی بنیاد پر کرپاتے ہیں۔ایسے مریض جو گلوکوما کی وجہ سے تکلیف اور درد کا شکار رہتے ہیں انھیں اکثر اپنی بینائی سے ہاتھ دھونا پڑجاتا ہے۔

گلوکوما کی کچھ علامات ایسی ہیں جن کی مدد سے اس مرض کی تشخیص ممکن ہوجاتی ہے جن میں آنکھوں پر دباؤ کا بڑھ جانا۔آنکھیں باہر کی طرف آتی ہوئی محسوس ہونا۔آنکھوں سے پانی کا بار بار بہنا۔سر میں مستقل درد ہونا۔آنکھیں صاف کرنے کے بعد بھی گندی اور میلی دکھائی دینا۔آنکھوں میں خارش کا بہت زیادہ ہونا۔آنکھوں سے پانی کے علاوہ کسی مادے کا نکلنا۔آنکھوں کا روشنی میں اچھی طرح نہ کھلنا۔آنکھ کی پتلی میں دائروں کا بنتے نظر آنا۔نظر کا کمزور ہونا۔آنکھوں میں چپچپاہٹ محسوس ہونا۔

گلوکوما مریض: بہت سے مریض ایسے ہیں جنھیں گلوکوما یعنی کالا موتیا ہوتا ہے لیکن تکلیف نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے کہ انھوں نے اپنی آنکھ کی پتلی میں یہ خطرناک مرض پال رکھا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا ہے بیماری ان پر غالب آتی ہے تب وہ علاج سے محروم ہوجاتے ہیں پھر انھیں اندھے پن کے ساتھ زندگی کے تمام دن پورے کرنا پڑتے ہیں۔

گلوکوما کی وجوھات: ماہرین کے مطابق گلوکوما یعنی کالا موتیا آنکھوں کے اندر زور پڑنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔کسی بھی قسم کا ایسا حادثہ جس کا اثر آنکھ پر پڑے گلوکوما اس کی وجہ بھی بنتا ہے۔ذہنی دباؤ یا کوئی ایسا صدمہ جو بہت زیادہ متاثر کرے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔آنکھ میں کسی قسم کا انفیکشن، الرجی یا آنکھ سے مسلسل پانی کا بہتے رہنا۔آنکھ کی سرجری بھی گلوکوما کا سبب بن سکتی ہے۔

ماہرین کے مطابق انسانی آنکھ میں جب معمول کا دباؤ بڑھ جاتا ہے تو بصارت یعنی بینائی پر اس کا اثر گلوکوما کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور یہ وہ قسم ہے جس میں اندھے پن سے بچاؤ ممکن نہیں۔

بچوں میں گلوکوما: یہ مرض بچوں میں بھی پایا جاتا ہے اگر بروقت اس کی تشخیص ہوجائے تو ان کی بینائی کو بچانا ممکن ہوسکتا ہے اگر تاخیر ہوجائے تو وہ ہمیشہ کے لیے بینائی جیسی نعمت سے محروم ہوجاتے ہیں۔

یہ ایک موروثی مرض بھی ہے اور پیدائش کے کچھ وقت کے بعد اس کی نشانیاں ظاہر ہوجاتی ہیں، بہتر یہی ہے کہ اگر کوئی بچہ نارمل بچوں سے ہٹ کر ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنے میں کوئی تاخیر نہ کی جائے اور مرض ظاہر ہونے پر علاج کے معاملے میں بھی کوتاہی نہ برتی جائے۔

گلوکوما کا علاج: یہ ایسا خطرناک مرض ہے کہ اس کا علاج بہت احتیاط سے کرنے کی ضرورت ہے، ایسی صورت میں خود سے کوئی علاج کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ آنکھوں کے کسی ماہر اور مستند ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے اور ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گلوکوما کا علاج کیا جائے۔گلوکوما کا علاج مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے جن میں ڈاکٹرز کے مطابق اگر ابتدائی مراحل میں ہی اس کا علم ہوجائے تو آئی ڈراپس کے ذریعے بھی اس خطرناک بیماری سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔مرض بڑھ گیا ہو تو آپریشن کی مدد سے سیال کو باہر نکالا جاسکتا ہے۔اب تک اس گلوکوما یعنی کالا موتیا کا علاج آپریشن ہی تھا جس کی مدد سے آنکھ کا متاثرہ لینز ہٹا کر اس کی جگہ مصنوعی پلاسٹک کا لینز فٹ کردیا جاتا تھا۔جدید طریقہ علاج کے مطابق اب سرجری کے بغیر بھی اس کا علاج ممکن ہے، طبی ماہرین نے آنکھوں میں استعمال کیے جانے والے ایسے قطرے ایجاد کرلیے ہیں جن کی مدد سے گلوکوما کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ان قطروں میں ایسا کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے جو آنکھوں کو نقصان پہنچائے بغیر مرض سے نجات دلاسکتا ہے۔بنیادی طور پر آئی ڈراپس بینائی کو دھندلا کرنے والے پروٹین کے ذرات کو یکجا ہونے سے روکتے ہیں۔یہ علاج بزرگ اور 65 سال سے زائد افراد کے لیے بہت مفید اور کامیاب ہے جس سے روزانہ سیکڑوں افراد اندھے پن کا شکار ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

گلوکوما میں احتیاط: آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آرام دیا جائے۔تیز روشنی اور جھلملاہٹ میں چیزوں کو دیکھنے سے گریز کیا جائے۔نیند کا بھرپور خیال رکھا جائے۔صحت کی تندرستی گلوکوما جیسی بیماری سے لڑنے میں مدد فراہم کرتی ہے، ایسی غذاؤں کو خوراک میں شامل کریں جو صحت کے ساتھ ساتھ بینائی کو بھی مضبوط بنائیں۔دوران علاج مریض باقاعدگی کے ساتھ آنکھوں کا چیک اپ کروائے۔ایسے افراد جنھیں گلوکوما کا خطرہ لاحق ہو انھیں سال میں کم سے کم ایک مرتبہ چیک اپ کروانا لازمی ہے، تاکہ چیک اپ کی مدد سے ان کی تشخیص آسان ہو اور علاج بھی ممکن ہو۔ذرا سی بے احتیاطی خاص طور پر سرجری یا اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کے نتیجے میں اس میں بگاڑ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

سورت میں بی جے پی امیدوار کے بلامقابلہ منتخب ہونے پر کانگریس پہونچی الیکشن کمیشن

سورت لوک سبھا سیٹ پر بی جے پی امیدوار مکیش دلال کا بلامقابلہ منتخب ہونا اب متنازعہ شکل اختیار کرتا جا رہا ہے اور اس جیت پر اب اشتباہ کے بادل منڈلانے لگے ہیں۔کانگریس کے ذریعے اس معاملے میں 'میچ فکسنگ' کے الزام اور اس تعلق سے میڈیا میں پیش کیے گئے حقائق کے بعد اب کانگریس نے اس سیٹ پر دوبارہ انتخاب کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔کانگریس کے لیڈران پر مشتمل ایک وفد نے چیف الیکشن کمشنر اور دیگر الیکشن کمشنروں سے ملاقات کرتے ہوئے سورت میں دوبارہ انتخابی عمل کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔کانگریس کے ترجمان ابھیشیک منوسنگھوی نے الیکشن کمشنرس سے ملاقات کے بعد کہا کہ ہم نے الیکشن کمیشن سے سورت سیٹ پر بی جے پی امیدوار کی بلامقابلہ جیت کو منسوخ کرنے اور اور جلد از جلد دوبارہ انتخابات کرانے کی درخواست کی ہے تاکہ یہ واضح پیغام جائے کہ اس طرح سے غلط اثر ڈال کر فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ابھیشیک منوسنگھوی نے مزید کہا ہے کہ چار تجویز کنندگان نے سورت میں کانگریس امیدوار کے لیے دستخط کیے تھے لیکن اچانک چاروں نے اپنے دستخطوں سے انکار کردیا۔یہ اتفاق نہیں ہے۔

جنرل کوچ میں سفر کرنے والوں کو 20 روپے میں ملے گا کھانا

ریلوے بورڈ کے ایک سینئر افسر نے بتایا کہ 100 اسٹیشنوں کے تقریباً 150 پلیٹ فارم پر کھانے کا کاونٹر کھولا گیا ہے، آنے والے دنوں میں اس سہولت کی مزید توسیع کی جائے گی۔انڈین ریلویز نے جنرل کوچ کے مسافروں کا خیال رکھتے ہوئے ایک بڑی پیش قدمی کی ہے۔جنرل کوچ کے ریل مسافروں کو پلیٹ فارم پر کفایتی شرح پر کھانا دستیاب کرانے کی تیاری ہوچکی ہے جس کے تحت 20 روپے میں پوڑی اور سبزی دی جائے گی۔اس کے علاوہ 50 روپے میں کھانے کا ایک پیکٹ بھی ہوگا جس میں چپاتی اور سبزی وغیرہ دی جائے گی۔

مسلمانوں کے تعلق سے کرناٹک حکومت کا اہم فیصلہ، اوبی سی زمرے میں شامل

کرناٹک کی کانگریس حکومت نے ریاست کے مسلمانوں کے تعلق سے ایک اہم فیصلہ کرتے ہوئے انہیں اوبی سی زمرے میں شامل کیا ہے۔قومی کمیشن برائے پسماندہ طبقات نے اس تعلق سے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے اس کی اطلاع دی ہے۔کمیشن کے مطابق کرناٹک کے مسلمانوں کو زمرہ بی-2 کے تحت اوبی سی مانا گیا ہے۔کمیشن نے اس کا سرکیولر بھی جاری کردیا ہے۔

ایم پی وایم ایل اے کے خلاف 2 ہزار سے زائد مقدمات میں خصوصی عدالت نے سنایا فیصلہ

ممبران پارلیمنٹ وممبران اسمبلی سے متعلق فوجداری مقدمات کے بارے میں سپریم کورٹ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ان کی سماعت کرنے والی خصوصی عدالتوں نے 2023 میں 2000 سے زیادہ مقدمات پر فیصلہ سنایا ہے۔ایم پی وایم ایل اے کے خلاف فوجداری مقدمات کو تیزی سے نمٹانے کی درخواستوں کے لیے مقرر کیے گئے سینئر ایڈوکیٹ وجے ہنساریا نے حلف نامہ داخل کرکے عدالت کو مطلع کیا۔ایڈووکیٹ وجے ہنساریا نے کہا کہ زیر التوا مقدمات کو تیزی سے نمٹانے اور متعلقہ ہائی کورٹس کی کڑی نگرانی میں مقدمات کی جانچ کے لیے مزید ہدایات دینے کی ضرورت ہے۔حلف نامے میں بتایا گیا کہ لوک سبھا انتخابات کے پہلے دو مرحلوں میں تقریباً 501 امیدوار ایسے ہیں جن کے خلاف مجرمانہ معاملے درج ہیں۔لوک سبھا انتخابات 2024 کے پہلے اور دوسرے مرحلے سے متعلق اے ڈی آر کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے وجے ہنساریا نے کہا کہ 2,810 امیدواروں میں سے 501 (18 فیصد) امیدواروں کے خلاف مجرمانہ مقدمات درج ہیں۔ان میں سے 327 (12 فیصد) کے خلاف سنگین فوجداری مقدمات (جن میں پانچ سال یا اس سے زیادہ قید کی سزا ہے) درج ہیں۔حلف نامے کے مطابق 2019 کے لوک سبھا انتخابات میں بھی ایسی ہی صورتحال تھی، جس میں کل 7,928 امیدواروں میں سے 1,500 امیدواروں (19 فیصد) کے خلاف مجرمانہ مقدمات درج تھے۔جن میں سے 1,070 امیدوار (13 فیصد) سنگین مجرمانہ مقدمات میں ملزم تھے۔

حکومت چائلڈ کیئر لیو سے متعلق اپنی پالیسی میں تبدیلی لائے، سپریم کورٹ کا حکم

کام کرنے والی خواتین کو 'چائیلڈ کیئر لیو' یعنی بچوں کی دیکھ بھال کے لیے دی جانے والی تعطیل پر سپریم کورٹ نے اہم تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کو اس سے متعلق اپنی پالیسی میں تبدیلی لانے کے لیے کہا ہے۔عدالت نے کہا کہ معذور بچے کی دیکھ بھال کرنے والی ماں کو بچے کی دیکھ بھال کے لیے چھٹی دینے سے انکار کرنا خواتین کی مساوی شرکت کو یقینی بنانے سے متعلق ریاست کے آئینی فرض کی خلاف ورزی ہوگی۔جسٹس ڈی وائی چندرچوڑ اور جے بی پاردی والا کی بنچ نے ہماچل پردیش کے چیف سکریٹری کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دینے کی بھی ہدایت دی ہے جو بچوں کے ساتھ کام کرنے والی خواتین کو چائلڈ کیئر لیو (سی سی ایل) دینے کے معاملے پر پالیسی ساز فیصلہ لے۔اس معاملے کو انتہائی اہم قرار دیتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ معذور بچے کی دیکھ بھال کرنے والی ماں کو چھٹی دینے سے انکار کرنا ریاست کے آئینی فریضے کی خلاف ورزی ہوگی۔

Volume:64/74,Issue:16 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB *WEEKLY*
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

میں زندہ ہوں اس لیے کہ میں بول رہا ہوں
دنیا کسی گونگے کی کہانی نہیں لکھتی
(نامعلوم)

پارلیمانی الیکشن: مسلمانوں کی سیاسی بصیرت کا امتحان

ایاز احمد روہوی

لوک سبھا کے انتخابات ہورہے ہیں۔ سیاسی پارٹیاں ووٹروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ ملک کے تمام مذاہب اور قبیلے اپنے طور پر سیاسی لائحہ عمل تیار کرنے میں لگے ہیں اور ایک منصوبہ بندی کے تحت اپنے قیمتی ووٹ کا استعمال کریں گے مگر افسوس ہندوستانی مسلمان سیاسی منصوبہ بندی میں بہت پیچھے ہیں۔ جبکہ اس بار کا الیکشن ہندوستانی مسلمانوں کے لئے موت وحیات کی مانند ہے کیونکہ موجودہ بی جے پی حکومت جب سے مُلک کی حکومت پر قابض ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو دوسرے درجے کا شہری بنانے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑی ہے۔ اب تو ہماری تاریخی مساجد کو بھی طاقت کے زور پر قبضہ کیا جارہا ہے۔ نیز مسلمانوں کے خلاف یکساں سول کوڈ، وقف قانون کا خاتمہ، مدرسوں پر پابندی اور این پی آر کی تیاری اپنے آخری مرحلے میں ہے۔ اِس خوفناک حقیقت کی روشنی میں ضرورت تھی کہ اس پارلیمانی انتخاب کے موقع پر ذات، مسلک اور برادری کی قید سے باہر نکل کر جمہوریت کے دشمنوں کو اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کر کے اس کے زہریلے منصوبے کو خاک میں ملایا جاتا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہورہا ہے بلکہ مسلم اکثریتی علاقوں میں بعض سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو اپنا امیدوار بنا کر دوسرے مسلم امیدوار سے مقابلہ کرا کر درمیان سے فرقہ پرست امیدواروں کی جیت کی راہ ہموار کریں گی یہ کھیل ہندوستان کی سیاسی بساط پر انتہائی سائنٹیفک طریقے سے کھیلا جارہا ہے۔ مکھیا کے الیکشن سے لیکر پارلیمانی الیکشن تک مسلمانوں کی ذات برادری کی قید کی بندش نے سیاسی پارٹیوں کے اس گھناؤنے کھیل کو کامیابی سے جلا بخشی ہے جبکہ غیر مسلموں پر انتخابات میں ان کے اختلافی معاملات خواہ کچھ بھی ہوں ان کی یکجہتی پر کوئی فرق نہیں پڑتا وہ متحد ہو کر ہندوتوا کے علمبرداروں اور جمہوریت کے دشمنوں کو کثیر ووٹوں سے کامیاب بنانے کے موجب بنتے ہیں۔

مسلمانوں میں تفریق کی بہت ساری وجوہات ہیں ذات، برداری، سیاسی پارٹیوں کی آلہ کاری، منافقت، جلن وحسد اور سب سے بڑھکر ٹانگ کھیچنے کی عادت جن کا انتخابات کے دوران بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے تو پھر کس بنیاد پر ہم اپنے وطن عزیز میں عزت ووقار اور منصفانہ رویے کے ساتھ جینے کے اہل ہیں۔ اگر مسلمانانِ ہند تھوڑی سی بھی سیاسی بیداری کا ثبوت دیں تو ان کے متحد ووٹ کے ذریعے پارلیامنٹ کی 60 سے لیکر 90 تک سیٹیں مسلمانوں کے حصے میں چلی آئیں لیکن ایسا کسی قیمت پر بھی نام نہاد خودساختہ سیاسی قائد اور بعض سیاسی پارٹیوں کی قیادت ایسا ہونے نہیں دیں گی۔ ملک کے موجودہ حالات میں پارلیمانی انتخاب کا تقاضا ہے کہ اس کو جذبات سے نہیں بلکہ سیاسی سُوجھ بوجھ اور زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر منصوبہ بندی کی جائے۔ بہار، جھاکھنڈ اور اتر پردیش میں مسلمانوں کی حالت زار سیاسی بیداری کے معاملے میں زیادہ خراب ہے۔ یہاں مسلمان ذات اور برداری میں بُری طرح منقسم ہیں۔ ان ریاستوں میں برادری، مسلک اور نظریہ کا اختلاف اس قدر موجود ہے کہ وہ مکھیا اور پردھان کے الیکشن میں بھی اپنی تنگ نظری اور تعصب کی وجہ سے مسلمان سیکولر امیدوار پر غیر مسلم انتہا پسند امیدوار کو ترجیح دیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان ریاستوں میں فارورڈ اور بیک ورڈ کے نام پر بھی تقسیم پائی جاتی ہے اور ان دونوں طبقات کے درمیان تقسیم کا سلسلہ شدت سے پایا جاتا ہے۔ جیسے سید، شیخ، پٹھان وغیرہ ساتھ ہی انصاری، منصوری، راعینی اور قریشی وغیرہ۔ دوسری طرف علاقائی تفریق الگ ہے۔ جبکہ مسلمان تو اللہ، قرآن اور رسول کی بنیاد پر ایک مذہبی اجتماعیت ہیں مگر اس بنیادی حقیقت کو سمجھ کر بھی اِن کی فکر عصبیت سے پُر ہے۔ اِن ریاستوں میں اللہ کے چند نیک بندے اس فکری عصبیت کو مٹانے کی سعی میں مصروف عمل ہیں۔ رب قدیر ان کے اس سعی کو کامیاب بنائے۔

ایک مخصوص سیاسی پارٹی کی طرف سے اتنی زیادتی اور تذلیل کے باوجود مسلمانوں کی فکر اور رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ کاش الیکشن کے وقت تو اپنے ساتھ ناروا اور غیر منصفانہ سلوک کو یاد کر کے متحد ہو جاتے اور سیاسی نیز برادری کا حوالہ دینے والے مفاد پرست سیاسی لوگوں کو ڈھول چٹا دیتے۔ گزشتہ چند برسوں سے یوپی اور بہار میں وہاں کی چند سیاسی قیادتوں نے سیکولر امیدواروں کو شکست سے دوچار کرنے کے لئے انہیں آپس میں لڑانے کا کھیل شروع کیا ہے جسے وہاں کے لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں اور اِن کی اس سیاسی ناسمجھی کی وجہ سے درمیان سے فسطائی پارٹی کا امیدوار فتح سے ہمکنار ہورہا ہے۔ دراصل یہ کھیل مسلمانوں کو سیاسی طور پر حاشیے پر لے جانے کے لئے کھیلا جارہا ہے۔ جس میں کئی نام نہاد سیکولرزم کی چمپئن پارٹیاں ملوث ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بہار اور جھارکھنڈ کی سیکولر کہلانے والی سیاسی پارٹیوں نے عرصے سے کسی بھی مسلمان کو وزیر اعلیٰ تو کجا ڈپٹی وزیر اعلیٰ بھی نہیں بنایا ہے۔ یہ ہے اِن کا اصلی مکھوٹا مگر یہ پارٹیاں الیکشن کے وقت مسلمانوں کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں اور مسلمان بے وقوف بنتے رہتے ہیں ہونا تو یہ چاہئیے کہ جس حلقے میں جو بھی سیکولر امیدوار خواہ وہ کسی بھی سیاسی پارٹی کا ہو، مضبوط نظر آئے اسے کثیر ووٹوں سے کامیاب بنایا جائے اور جو امیدوار خواہ وہ مسلم ہی کیوں نہ ہو اگر کمزور ہو تو اُسے اپنا قیمتی ووٹ دیکر اپنا مستقبل خراب نہ کریں۔ جو غیر مسلم امیدوار تھوڑا بھی سیکولر ذہن کا ہو اسے ضرور کامیاب بنایا جائے لیکن اگر کسی حلقے میں مسلم امیدوار جیتنے کی پوزیشن میں ہو تو اسے مسلمان صدفی صد ووٹ دیکر کامیاب بنانے کی ضرور کوشش کریں۔

جاری پارلیمانی الیکشن انتہائی سخت مقابلے کا ہے جہاں معاملات صرف 5 سے 7 فیصد کے درمیان کا ہوگا اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ اِس انتخاب میں ایسے امیدواروں کو ووٹ دیں جو سیکولر ہوں اور مضبوط ہوں نیز جو جیتنے کی پوزیشن میں ہوں۔ ہمیں عزم کرنا ہوگا کہ ہم اپنے ووٹ کی حفاظت کریں گے اسے ضائع ہونے نہیں دیں گے۔ ووٹ کے دن صبح سویرے اپنے پولنگ اسٹیشن میں ووٹ دینے جائیں۔ اپنے پڑوسیوں اور خاندان کو بھی اس بار کے ووٹ کی اہمیت بتائیں اور ملک کے دستور کو بچانے میں اہم رول ادا کریں۔ الیکشن میں اس بار بھی ایک سیٹ پر دوچار مسلم امیدوار کو کھڑا کیا گیا ہے۔ اس صورتحال کا مقابلہ انتہائی دانش مندی سے کرتے ہوئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسی امیدوار کو ووٹ دیں۔ جو مضبوط ہو اور جیتنے کی پوزیشن میں ہو۔ سبھوں کو تھوڑا تھوڑا ووٹ دینے کی حماقت بالکل نہ کریں کیونکہ آپ کے اس عمل سے فسطائی طاقتوں کو تقویت ملے گی اور اُن کی جیت کی راہ ہموار ہوگی۔

ملک کی جو صورتحال ہے اور ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فکر وعمل کی صحیح رہنمائی فرمائے کیونکہ ہمیں اپنے ہی ملک میں دوسرے درجے کا شہری بنانے کی بھرپور سعی کی جارہی ہے۔ وزیر اعظم نے بھی اپنی زمین کھسکتے دیکھ کر اپنا نقلی مکھوٹا پُورے طور پر اُتار پھینکا ہے اور کھلے عام مسلمانوں کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اِس پارٹی کی حمایت کریں جو وزیر اعظم کی پارٹی بی جے پی کے خلاف اس الیکشن میں سینہ سپر ہے۔ نیز فسطائی طاقتوں کے ناپاک منصوبوں کو انتہائی ذہانت کے ساتھ خاک میں ملانے کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت ایسے ناپاک منصوبہ بنانے والوں کو نشانِ عبرت بنائے۔ ہمیں برادران وطن سے سماجی اور سیاسی طور پر علیحدہ کرنے پر پورے زور وشور سے کام کیا جارہا ہے اور ووٹ کو پولارائز کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جارہی ہے اور اس میں وزیر اعظم کے ساتھ ان کی پوری ٹیم شدت سے لگی ہوئی ہے۔ دوسری طرف ہم خود بھی علیحدہ رہنے کی وجہ سے فکری، ذہنی، سیاسی اور معاشی طور پر پسماندہ ہوتے جارہے ہیں۔ حالات ایسے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک دو نسلوں کو بعد ہی ملت اپنی انفرادیت اور تشخص کھودے اور اس کا وجود آثار قدیمہ اور تاریخ میں موجود رہ جائے اِس لئے اس خوفناک صورتحال سے بچنے کی راہ تلاش کرنی چاہئیے۔ اب تاریخ کو بھی بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ شہروں اور ریلوے اسٹیشنوں کے نام تو بڑی حقارت سے تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ جو کچھ ہماری نشانیاں بچی ہیں اسے ختم کر دینے کی کوششیں ہورہی ہیں۔ ان سب خطرات اور اندیشوں کے پیش نظر ملت کے ذمہ داران کو انتہائی ٹھنڈے دماغ سے سوچنے اور انتھک کام کرنے والے ہاتھ پاؤں سے سرگرم ہو جانے کا ہے۔ اس موقعے پر ملک کے سربراہان کو ملّت کی صحیح رہنمائی کے لئے پوری طاقت کے ساتھ سامنے آنے کی ضرورت ہے۔ صبر وتحمل اور توکل وعزیمت کے ساتھ اٹھنے کا وقت آگیا ہے۔ یہ وقت ذات برادری مسلک اور فروعی مسائل میں الجھنے کے بجائے بنیادی امور پر اپنی توجہات لگادینے کا اور اللہ تعالیٰ کی کارفرمائی پر بھروسہ کرنے کا ہے اگر ہم نے نیک نیتی اور حوصلہ مندی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور انتہائی دانش مندی سے اپنا کام جاری رکھا تو آخرت کا اجر تو انشاء اللہ ملے گا ہی اس دنیاوی زندگی میں بھی پاک پروردگار اپنی رحمتوں اور انعامات سے محروم نہیں کرے گا۔ لہٰذا ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنی سیاسی بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس بار کے الیکشن کو اپنے تشخص کو بچانے کی خاطر پورے جوش وخروش کے ساتھ سیکولر پارٹیوں کے امیدواروں کو ووٹ دیں اور کسی کے بہکاوے میں آکر کوئی ایسی غلطی ہرگز نہ کریں جس سے آپ کا ووٹ منقسم ہو کر ضائع ہو اور سیکولر پارٹیوں کے امیدوار شکست سے دوچار ہوں۔ خدارا اس بار کے الیکشن کی اہمیت کو سمجھیں اور اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کر کے فسطائی طاقتوں کو نشان عبرت بنائیں۔

◯ ☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner